ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ

(پاکستان)

رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

نومبر 2002ء

قرآن کی عظمتیں

درس قرآن

قرآن کی رحمتیں

درس حدیث

توحید اور محبوبان خدا کے کمالات

- رمضان المبارک کی چند تقریبات
- قرآن پاک بہترین دستور حیات

پروفیسر محمد حسین آسی

روزہ اور جدید سائنس

حکیم سیف اللہ بیکھو

الاستفتاء

آپ نے پوچھا ہے؟ (مستقل سلسلہ)

علامہ شفقات احمد نقشبندی

عید اُس کی ہے

پروفیسر محمد حسین آسی

خدا کا ہے جسے سچی محبت عید اُس کی ہے
جو ہے پروانہ شمع رسالت ﷺ عید اُس کی ہے

جسے احساس فرقت بھی نہیں ہے عید خاک اُسکی
ملی ہے وصل کی جسکو بشارت عید اُس کی ہے

یہی ہے یہاں بھی مقصود اصلی روزہ رکھنے سے
میسر ہے جسے تقوے کی دولت عید اُس کی ہے

خدا کے نام پر جو ترک خورد و نوش کرتا ہے
جسے حاصل ہے اخلاص اطاعت ، عید اُس کی ہے

یہ روزہ در حقیقت ایک درس استقامت ہے
ہوا جو پیکر صبروعزیمت ، عید اُس کی ہے

ہوا و حرص کے پردے اُٹھے جس کی نگاہوں سے
جسے بخشا گیا نور بصیرت ، عید اُس کی ہے

کرے جسے پر حکومت نفس ، وہ کیا عید کو سمجھے
کرے جو نفس پر اپنے حکومت ، عید اُس کی ہے

نہ جو تائب ہوا ظلم وستم سے ، عید کیا اُس کی
بنا جو سر بسر پیغام رحمت ، عید اُس کی ہے

کجا عید اور کجا بغض و حسد تو یہ معاذاللہ!
نہیں ہے جس کے سینے بھر میں کدورت ، عید اُس کی ہے

حمیت ہی نہیں دل میں تو کیااسلام ؟ کیاایمان ؟
حقیقت ہے کہ جو ہے باحمیت ، عید اُس کی ہے

لباس خوشنما سے عیدمیں کیا فرق پڑتا ہے ؟
عمل میں آگئی جس کے طہارت عید اُس کی ہے

وہ ہیں پھانسی کے لائق جو ہیں ملک وقوم کے دشمن
دل وجاں سے ہے جوشیدائے ملت، عید اُس کی ہے

سلوک و معرفت والوں نے سمجھایا یہی تو ہے
کہ راضی جس سے ہے پیرطریقت عید اُس کی ہے

يا ايها النبى جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

ماہنامہ
مجلہ الحقیقہ
پاکستان

رمضان ۱۴۲۳ھ نومبر 2002ء جلد نمبر 3 شمارہ نمبر 2

زیر سرپرستی
حضرت علامہ مولانا پروفیسر مفکر اسلام
محمد حسین آسی نقشبندی

مدیر	مدیر مسئول	مدیر اعلیٰ
شمس الدین نقشبندی	ابو طلحہ نوری	شجاعت علی مجاہد

مجلس مشاورت
صاحبزادہ نور المصطفےٰ رضوی
علامہ شفقات احمد نقشبندی
ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری — محمد رضاء الدین صدیقی

زیر اہتمام: حاجی اخلاق احمد نقشبندی

مشیر قانون: غلام فرید چوہدری ایڈووکیٹ ایم اے، ایل ایل بی لاہور ہائیکورٹ
غلام محی الدین خان ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور

زرتعاون
پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/124 روپے

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

عکس الحقیقہ

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

کمپوزنگ پرنٹنگ: عرفات کمپوزنگ سینٹر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ فون نمبر: 451734 (ناروال) سے شائع کیا

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ

اداریہ

جناب صدر! ہماری منزل تو اسلام ہے

انتخابات ہو گئے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کا فیصلہ ہو چکا۔ جمہوریت کے کوچہ گردوں کا زور وشور ختم گیا۔ وعدوں وعیدوں کی بولیوں نے چپ سادھ لی۔ وزیر اعظم اور وزرائے اعلیٰ کی تلاش ہو رہی ہے۔ مرکزی سطح پر ملک کے جمہوری سربراہ کیلئے سب سے پہلے جو نام سامنے آیا ہے وہ مولانا فضل الرحمن کا۔ اگر اکثریت ان کے حق میں ووٹ دے تو بھی کامیاب۔ مغربی جمہوریت اسی کو کہتے ہیں۔ حضرت اقبال نے اس کی یہی تعریف کی ہے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے!

مگر ہو سکتا ہے مجلس عمل نے وزیر اعظم کا نام پیش کرتے ہوئے انہیں تولا بھی ہو اور حضرت کلیم الامت کا گلہ دُور کرنے کیلئے اُنہوں نے سوچا ہو کہ جس کا وزن زیادہ ہوگا، اُسی کا نام پیش کر دیں گے۔ ظاہر معیار پر مولانا ہی پورے اُترتے ہیں۔

مولانا نے بینظیر بھٹو کے دَور میں بڑا مال (اور بڑا نام) کمایا۔ نام میں ملا ڈیزل کا اضافہ اسی دَور کی یادگار ہے۔ انہیں امور خارجہ کمیٹی کا چیئرمین بنایا گیا تھا اور انہیں مختلف تدابیر سے اپنے ملک کا نام روشن کرنے کی بڑی سعی کی، چنانچہ یورپ کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تو بل ادا کرنا تو ایک طرف، اس کی چابیاں بھی ساتھ ہی لے آئے تھے۔ کہتے ہیں اس عظیم منصب کیلئے بے نظیر کی نگاہ کرم نے انکے اس لئے شامل ہوئی تھی کہ انہوں نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا، پاکستان اس صدی کا سب سے بڑا فراڈ ہے، اس قسم کے بیانات سے بے نظیر کا ایمان تازہ ہو جاتا تھا اور وہ بیانات دینے والوں کو خوب نوازنا چاہتی تھی۔ مولانا کے والد ماجد بھی مفتی محمود صاحب کے نظریات بھی اسی قسم کے تھے، اور ظاہر ہے بیٹا اپنے باپ کا وارث بننا چاہتا ہے تو اُسے اس کے افکار ونظریات کا احترام کرنا پڑے گا۔

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو!!

پھر پسر لائق میراثِ پدر کیونکر ہو

مفتی محمود صاحب کا یہ جملہ کسی اور کیلئے نہ سہی اُن کے اپنے بیٹے کیلئے ضرور دلیل راہ ہے۔ مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے۔

''ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہوئے۔''

خدا جانے ساری مجلس عمل کا یہی طرز فکر ہے۔ یا صرف مولانا کا۔ اور اگر باقی مجلس عمل بھی پاکستان کو صدی سے بڑا افراڈ اور پاکستان بنانے کو بہت بڑا گناہ نہیں سمجھتی تو مولانا کا نام پیش کر کے جو انہوں نے اپنی والہانہ عقیدت کا ثبوت دیا ہے، اس کی بنیاد کیا ہے۔ اور بالفرض اگر مولانا کے فکر ونظر میں کوئی تبدیلی آ گئی ہے اور پاکستان کے بارے میں اب اُن کا دل صاف ہو گیا ہے۔ تو انہیں یا مجلس عمل کو دوٹوک انداز میں وضاحت کرنی چاہئے۔ تاکہ پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک ہونے والوں کی تسلی ہو اور یہ اطمینان ہو کہ وزیر اعظم خلوص سے اس مملکتِ خداداد کو چلانے کی کوشش کرے گا۔

ہمارے نزدیک جہاں اُمیدوار کیلئے بی۔ اے ہونے کی شرط لگا دی گئی تھی وہاں اس قسم کے بیانات دینے والوں سے بھی یہ حلف لینا ضروری قرار دیا جانا چاہیئے تھا کہ کیا وہ اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کر چکے ہیں اور کیا اب انہیں پاکستان کے قیام سے کوئی اختلاف تو نہیں۔ مگر افسوس قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے بعد شاید آج تک کوئی حاکم یہاں ایسا نہیں آیا جسے پاکستان کے تقدس کا کماحقہ احساس ہو اور جو ملی غیرت سے مالا مال ہو۔

خیر جمہوریت کے تقاضوں کے مطابق انتخابات ہو گئے مگر یہ اُن کا مسئلہ ہے جو انتخابات کا مطالبہ کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک یہ منزل مقصود نہیں۔ ہمارے نزدیک اصل منزل مقصود اسلام کا نفاذ ہے جس کیلئے پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا۔ ہمارے نزدیک پاکستان سے غداری بھی اگر ناقابل معافی ہے مگر نظریہ پاکستان سے غداری اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ ہم جب دیکھتے ہیں کہ صدر مشرف نے مسئلہ کشمیر کی اصل حیثیت کو خوب اجاگر کیا ہے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے، جب ہم مسلم اُمہ کو بیدار کرنے کی خواہش کا کمزور سا اظہار اپنے موجودہ حکمرانوں کی گفتگو سے محسوس کرتے ہیں تو ہم باغ باغ ہو جاتے ہیں،

جب ہم چین سے جو امریکہ کا دشمن نمبر 1 سمجھا جاتا ہے، حکومتِ پاکستان کی دوستانہ رسم وراہ کا انداز دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں، جب ہم مہاتیر محمد جیسے بلند نظر مسلمان سربراہ کے ساتھ اپنے صدر کے راز و نیاز بھانپتے ہیں تو اسے ملتِ اسلامیہ کا نقطہ آغاز کے طور پر لیتے ہیں، ہاں ہاں یہ سب خوش کن پہلو ہیں، مگر جب ہم اپنے وطن کے طول وعرض میں فحاشی و بے حیائی کے طوفانوں کو امڈتے دیکھتے ہیں تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ شرمناک صورت حال ہمارے ذرائع ابلاغ کی ہے۔ جناب صدر! نئی نسل کو آوارہ وعیاش بنانے میں یہ حکومتی کوششیں کتنی افسوسناک اور تکلیف دہ ہیں۔ قوم پہلے ہی بے حس تھی، آپ کے دور میں اس کی بے حسی میں اور اضافہ ہو گیا۔ آپ نے انتخابات کے انعقاد کے وقت کئی

پابندیاں لگائیں مگر افسوس فحاشی پر کوئی قدغن نہ لگ سکی عورتوں کی نمائندگی کے انداز اور بھی ہو سکتے ہیں، ان کا مردوں کے ساتھ گھل مل کر بیٹھنا تہذیب مغرب کے ہاں پہلے دن سے جائز تھا مگر اس دفعہ تو انتہا ہوگئی۔ ایک ہی پارٹی کی طرف سے مرکز کیلئے کسی عورت کو اور صوبائی سطح پر کسی مرد کو ٹکٹ دیا گیا دونوں نے ایک ہی اشتہار پر اپنے فوٹو چسپاں کرائے، فوٹو اور پھر نامحرم کے ساتھ میاں بیوی نہیں، ماں بیٹا نہیں، باہم کوئی ایسا رشتہ نہیں، پھر بھی ساتھ ساتھ تصویریں، اس سے بڑی بے غیرتی معاشرتی سطح پر کیا ہوگی۔ اس عورت کے خاوند کے لئے مر مٹنے کا مقام ہے کہ اس کی بیوی دوسروں کیساتھ پھرتی ہی نہیں، فوٹو بھی کھچواتی ہے۔ اور یہ فوٹو پورے علاقے میں پھیلائے جاتے ہیں۔

وہ خانوادے جہاں مذہب کسی نہ کسی حیثیت سے کچھ نہ کچھ موجود سمجھا جاتا تھا، موجودہ انتخابات میں وہ بھی ننگے ہوگئے۔ دربار سیاست کی نو خیز ملکنی، خطاب فرما رہی ہے اور سگا بھائی غیرت کے مارے ڈوب مرنے کے بجائے نعرے لگا رہا ہے۔

جناب صدر! آپ کا اصل کام جمہوریت کا نفاذ نہیں بلکہ قوم کی تربیت بھی ہے۔ اگر گھر گھر میں ڈانسر اور ایکٹر ہی پیدا ہوئے تو ظاہر ہے حمیت و غیرت جو اصل سرمایہ لٹ جائے گا۔ دنیائے کفر، ہماری تباہی و بربادی پر کمر بستہ ہے اور ہم خود اس سے بھی زیادہ بیتاب و بیقرار ہیں۔ خدارا اس صورت حال کا مداوا کیجئے اور اس سیلاب کو روکئے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کا آغاز اپنے گھر سے کیجئے، آپکی اہلیہ محترمہ گویا اس وقت خاتونِ اوّل ہیں، انہیں کھلے منہ غیر مردوں کے ساتھ آنا جانا مناسب نہیں۔ اس سلسلے میں بش جیسے اسلام دشمن شیطانوں کے نظریات پر نہیں، اسلام کی ہدایات پر عمل پیرا ہو جائیے۔

پردہ ہی نہیں، جناب صدر! مکمل اسلام کا نفاذ کیجئے۔ زندگی کی مہلت گزر گئی تو پھر آپ بہت پچھتائیں گے۔ حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے ان ارشادات کو سامنے رکھیے جن میں آپ نے بار بار پاکستان کا مقصد تخلیق ہی بیان کیا ہے۔ (کہ یہ اسلام کی تجربہ گاہ ہوگا۔) دیکھئے چند دنوں تک رمضان شریف کی شب قدر آرہی ہے۔ یہ وہی مقدس رات ہے جس میں کئی صدیاں پہلے قرآن پاک نازل ہوا، اور یہ وہی عظیم الشان رات ہے جسمیں تقریباً نصف صدی پیشتر قیام پاکستان کا اعلان ہوا۔

ہاں ہاں جناب صدر! کیا یہ ممکن ہے اس آنے والی شب قدر میں آپ بھی ایک آرڈیننس کے ذریعے نفاذ اسلام کا اعلان فرما دیں۔

اللہ کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل آپ کو یہ توفیق بخشے۔

آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

توحید اور محبوبان خدا کے کمالات

پروفیسر محمد حسین آسی

(قسط نمبر ۲۳)

ہمارے ہاں مسلمانوں کے پسندیدہ اور مروج نعروں میں نعرہ حیدری۔۔۔ یا علی، اور نعرہ غوثیہ۔۔۔ یا غوث اعظم بھی ہیں۔ اس سلسلے میں بظاہر کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو کیا یہی کافی نہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے اپنی امت کو **یا عباد اللہ** (اے اللہ کے بندو!) کا وظیفہ سکھایا ہے۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ صلحائے امت نے اس ندائے مقدس (یا علی) کو اپنے معمولات و وظائف میں عملاً بھی شامل کر رکھا ہے تو ہمارے دل کو اطمینان بھی ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب ان صلحائے امت میں ایسی شخصیات بھی شامل ہیں جو صرف صوفی نہیں بلکہ فقیہ و محدث بھی ہیں اور وہ بھی اس شان کے کہ انہیں سند الفقہاء اور سید المحدثین بھی کہا جا سکتا ہے اور فقہ و حدیث کو ان پر بجا طور پر ناز بھی ہے۔ نہیں۔ بلکہ انہیں تفسیر اور علم کلام پر بھی خاصا عبور ہے۔ مثلاً امام الہند حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ اور انہیں کے فرزند اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدست اسرارھم۔ جہاں تک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کا تعلق ہے۔ آپ نے تصوف و طریقت پر متعدد کتابیں تحریر فرمائی ہیں ان میں ایک کا نام ہے "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" اس کتاب میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اور ان کے اکثر اساتذہ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جواہر خمسہ کے اعمال کی اجازت بھی لیتے رہے ہیں اور اس کی دعائے سیفی کی بھی۔ اسی میں ایک وظیفہ ہے جسے نادِ علی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

نَادِ عَلِیًّا مُظْهِرَ الْعَجَائِبِ
تَجِدْهُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ
كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِي
بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ

ترجمہ۔ پکار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہ وہ مظہر عجائب ہیں۔ تو انہیں مصیبتوں میں اپنا مددگار پائے گا۔ ہر پریشانی اور ہر غم آپ کی ولایت کے صدقے فوراً دور ہو جاتا ہے یا علی، علی، یا علی کوئی بد بخت انسان جسے شرم و حیا سے دُور کا واسطہ بھی نہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ پر بھی شرک و کفر کا فتویٰ لگا دے تو الگ بات ہے ورنہ سب جانتے ہیں کہ برعظیم میں علم حدیث کی خصوصی اشاعت کیلئے جو آپ نے اور آپ کے خاندان نے کارنامے سر انجام دیئے ہیں، ناقابل فراموش ہیں۔ حقیقت ہے کہ اس قسم کے بزرگ گویا بنائے اتحاد اور معیار حق ہوتے ہیں اور ان کا علم و عرفان اسی بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ ہم انکی پیروی کریں۔ نیز ان کی تحقیقات کی روشنی میں اپنی اصلاح کریں نہ یہ کہ اپنی جہالت کی اقتداء کریں اور اس کی تاریکی میں ایسے بلند پایہ بزرگوں پر بھی شرک و کفر کا فتویٰ لگا دیں جیسا کہ نام نہاد (کالعدم) لشکر طیبہ کے سرپرست حافظ سعید کو عادت پڑ گئی ہے۔

یہی عقائد تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے وارث حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے جنہوں نے جلیل القدر محدثین کے حالات پر بستان المحدثین جیسی معرکۃ الآرا کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس میں آپ حضرت ابوالعباس احمد زروق علیہ الرحمۃ کے ذکر میں آپ کے درج ذیل دو شعر بھی درج فرمائے ہیں۔

أَنَا لِمُرِيدِي جَامِعٌ لِشَتَاتِهِ
إِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكْبَةٍ

وَاِنْ كُنْتَ فِىْ ضَيْقٍ وَّكَرْبٍ وَّوَحْشَةٍ
فَنَادِ بِيَا زَرُوْقٌ اٰتِ بِسُرْعَةٍ

ترجمہ۔ میں اپنے مرید کیلئے پریشانیاں دور کرنے والا ہوں جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

اور (اے مرید) اگر تو تنگی و بدبختی و وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار، میں فوراً آؤں گا۔

اب دیکھئے حضرت زروق علیہ الرحمۃ عظیم محدث "یا زروق" وظیفہ سکھارہے ہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے درج فرمارہے ہیں، اب اس پر سارا کالعدم لشکر طیبہ ماتم نہ کرے تو تعجب ہے۔

یہی بات یہی ہے کہ چند آیات کورٹ لینا اور ان پر غور و تدبر کئے بغیر جھٹ ساری امت مسلمہ کو شرک کے بھینٹ چڑھادینا خارجیوں کا طرز عمل تو ہوسکتا ہے۔ اسے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ خود قرآن پاک نے اس طرز عمل کی ایک سے زیادہ بار شدید مذمت فرمائی ہے۔ مثلاً

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَّلَا هُدًى وَّ كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۝ (الحج۔ ۸)

ترجمہ۔ اور بعض آدمی وہ ہیں کہ اللہ کے بارے میں یوں جھگڑتے ہیں کہ نہ تو علم اور نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی روشن کتاب۔

آپ نے دیکھا جنکے پاس علم ہے، ہدایت ہے۔ اور کتاب منیر ہے وہ تو یا علی اور یا زروق کا ورد سکھارہے ہیں اور جو علم سے خالی ہے، ہدایت سے محروم ہے اور کتاب منیر سے بے بہرہ ہے وہ اس قسم کی باتوں کو شرک قرار دے رہا ہے، سوال یہ ہے کہ آخر وہ ایسا کیوں کرتا ہے اور کس کی اتباع میں کرتا ہے؟ اس کا جواب بھی اسی سورت میں اس سے پہلے آچکا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ
كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ
يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ۝ (الحج۔ ۳،۴)

ترجمہ۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں کہ اللہ کے معاملے میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے عذاب دوزخ کی راہ بتائے گا۔

اور یہ ظاہر ہے شیطان لعین پہلے دن سے ہی محبوبان خدا کا دشمن رہا ہے۔ یہ وہی معلون ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ تو ظاہر ہے اسے یہ کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ لوگ محبوبان خدا کی تعظیم کر کے جنت میں جائیں۔ چنانچہ مختلف قسم کے مکر وفریب کر کے انہیں گستاخ و بے ادب بنانے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہ بدبخت جب توحید کا نام لیتا ہے، تو اس کا مقصود توحید نہیں ہوتی بلکہ اللہ والوں کی توہین ہوتی ہے جو عین کفر ہے۔

کتنی سیدھی سی بات ہے اللہ کا سب سے بڑا محبوب توحید کا سب سے بڑا مبلغ کائنات کا سب سے بڑا ہادی، انسانیت کا سب سے بڑا محسن جسے دشمنوں نے بھی الامین اور الصادق کہا۔ صلی اللہ علیہ وسلم تو یا عباد اللہ (اے اللہ کے بندو!) کی ندا سکھائے اور اَعِيْنُوْنِىْ (یعنی میری مدد کرو) کا وظیفہ بتا کر اللہ کے بندوں کی بارگاہ میں فریادی کرنے کا ڈھنگ خود بتائے مگر شیطان جو خود شرک کا دلدادہ اور مشرکوں کا سرپرست ہے کے ساتھی اسے شرک بتائیں۔

انصاف سے سوچئے۔ جس کتاب مجید میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا انداز بتاتے ہوئے اس طرح کہنے کی تلقین کی گئی ہے کہ

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝ (الفاتحہ)

ترجمہ۔ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

اسی آیت سے ظاہر ہے کہ جس طرح معبود واحد ہے یونہی مددگار (یا مستعان بھی) واحد ہے۔ اب تمیں پارے پڑھتے جائیں کسی ایک آیت سے بھی ہلکا سا اشارہ ایسا نہیں ملے گا جس سے کسی اور کی معبودیت کا امکان ابھرتا ہو، ہاں ایسی آیات ضرور ملتی ہیں جن میں ایک دوسرے کی مدد کرنے یا:

کرنے کا حکم دیا گیا، یا جن میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور مقدس لوگ دوسروں سے مدد مانگتے نظر آتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو یہ فرق کیوں؟ حقیقت یہ ہے عبادت تعظیم کے آخری اور انتہائی درجے کا نام ہے اور وہ درجہ ایک ہی ہو سکتا ہے لہٰذا عبادت کی ایک قسم ہی ہو سکتی ہے۔ یا بہر حال معبود ایک ہی ہو سکتا ہے۔ مگر دوسروں کے مددگار ہونے کا تصور قرآن پاک سے ملتا ہے۔ تو جب **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** ایک ہی مددگار یا مستعان کا تصور دے رہا ہے تو باقی مددگار کیسے ہوں گے۔ حق یہ ہے کہ حقیقی مددگار یا مستعان صرف اللہ ہے۔ باقی اگر مددگار ہیں تو اس کے فضل سے، اس کی مشیت سے اور اس کی تقدیر سے، حقیقت میں مددگار یا مستعان (جس سے مدد طلب کی جائے) صرف ایک ذات ہے۔ جسے مددگار حقیقی یا مستعان حقیقی کہا جا سکتا ہے۔ اس کے سوائے کوئی مستعان حقیقی نہیں۔ والدین اولاد کی مدد کریں، استاد شاگردوں کی کریں، پیر مریدوں کی کرے، بھائی بھائی کی کرے، حاکم رعایا کی کرے، ڈاکٹر مریض کی کرے، وغیرہ وغیرہ سب اسی ایک مستعان حقیقی ہی کی امداد کے مظہر ہیں یعنی وہ مدد کرنا چاہے تو یہ کر سکتے ہیں اور یہ کرتے ہیں تو وہی کرتا ہے۔ وہ اگر کسی کی مدد نہ کرنا چاہے تو کوئی بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کوئی پتا اس کے ہلائے بغیر ہل نہیں سکتا، کوئی آگ اس کے ارادے کے بغیر نہیں جلا سکتی، کوئی سمندر اس کے چاہے بغیر ڈبو نہیں سکتا بلکہ کوئی اس کے ارادے کے بغیر ارادہ بھی نہیں کر سکتا۔

وَمَا تَشَآءُونَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ o (التکویر۔۲۹)

ترجمہ۔ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہان کا رب

محبوبان خدا کے کمالات بھی خدائے واحد کی قدرت کی تجلیات ہیں اور انکی امداد بھی اُسی مستعان حقیقی کے فضل وکرم کا ظہور ہے۔ وہ مظہر الٰہی (یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی امداد کے مظہر) ہیں خود انہیں کو اگر مستعان حقیقی سمجھ کر پکارا جائے تو شرک اور اگر اُسی مستعان حقیقی کے مظہر جان کر ان سے مدد طلب کی جائے تو جائز۔ یہی نقطہ نظر ہے تمام اہل توحید کا اور اسی کو وضاحت سے پیش کیا ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے ایاک نستعین کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں۔

لیکن درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد واورا مظہر عون الٰہی نداند حرام است واگر استعانت محض بجانب حق است واورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانہ اسباب وحکمت اوتعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید، دُور از فرمان، نخواہد بُود در شرع نیز جائز درواست وانبیاء واولیاء این نوع استعانت بغیر کردہ اند ودر حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔

ترجمہ۔ لیکن یہاں یہ بات سمجھنا چاہیئے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا اس وقت حرام ہوگا جب اُسی پر کامل بھروسا ہو اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر نہ جانے۔ لیکن اگر توجہ اللہ کیطرف ہو اور غیر اللہ محض اسی اللہ کی مدد کا مظہر جانتا ہو اور رب تعالیٰ کے کارخانہ اسباب وحکمت کو پیش نظر رکھ کر بظاہر غیر اللہ سے مدد مانگے تو عرفان سے دور نہیں۔ اس قسم کی مدد انبیاء علیہم السلام، اولیاء علیہم الرحمۃ نے بھی غیر اللہ سے مانگی ہے اور حقیقت میں یہ مدد غیر سے نہیں، حق تعالیٰ ہی سے ہے۔

یہ ہے محبوبان خدا کے غلاموں کا طرز فکر کہ وہ اگر کسی نبی علیہ السلام سے بھی مدد مانگتے ہیں تو اُسے اللہ کی امداد کا مظہر جان کر مانگتے ہیں، نہ کہ (معاذ اللہ) اللہ کا شریک یا اللہ کے برابر سمجھ کر۔ اُن کے ذہن میں یہی بات ہوتی ہے کہ نبی اللہ کے فضل سے ہی مدد کر سکتا ہے اور مدد کرتا ہے۔ ہاں مخلوق میں جو طاقت اللہ نے اپنے نبی کو عطا کی ہے، وہ کسی اور کو نہیں کی اور جو اختیارات اپنے نبی کو عطا فرمائے وہ کسی اور کو عطا نہیں فرمائے۔ نیز اللہ کا یہ مقدس ترین بندہ جسے نبی کہا جاتا ہے۔ مخلوق خدا کی حاجت روائی اور مشکلکشائی کیلیے ہی پیدا ہوا ہے۔ اللہ کا نبی اللہ کے فضل سے وہ حاجتیں پوری کرتا ہے اور وہ مشکلیں حل کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق میں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ کسی کو اللہ کا نبی ماننا دراصل اُسے دین ودنیا میں اللہ کی رحمتوں کا مظہر ونمائندہ

مانتا ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ کا نبی علیہ السلام ہو کہ ولی علیہ الرحمۃ، باپ ہو کہ استاد، پیر ہو کہ مرید، حاکم ہو کہ محکوم، جس سے بھی مدد مانگے، اگر اُسے اللہ کی امداد کا مظہر سمجھ کر مدد مانگی ہے تو جائز بلکہ سنت ہے۔ اور اس طرح غیر اللہ سے مدد مانگنا در اصل اللہ ہی سے مدد مانگنا ہے۔

منکرین کی بدبختی دیکھئے، انہوں نے بندوں کی تقسیم کی اور۔۔۔ کاموں کی۔ چنانچہ مولوی سرفراز خاں گکھڑوی تنقید متین میں فرماتے ہیں۔

استعانت کی ایک قسم کا نصوص شرعیہ سے جواز ثابت ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے۔ جو عادۃً اس کے بس اور اختیار میں ہو اس کو ماتحت الاسباب پر ظاہری استعانت کہا جاتا ہے۔ ذرا خیال فرمائیے۔ **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** کہہ کر ہم نے اعلان کیا کہ اے اللہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور کوئی اس قابل نہیں کہ تیرے سوا مدد کر سکے) اور جو کرتے ہیں وہ تیرے فضل سے کرتے ہیں۔ ادھر یہ اعلان توحید اُدھر وہ مددگاروں کی '' کثرتِ تعداد کہ جو بھی زندہ ہے اور پاس ہے وہ مددگار ہے بشرطیکہ ایسی مدد مانگی جائے جو اس کے بس میں ہو۔ ہمارے زندگی جو پاس ہے یا زندہ ہے وہ بھی اسی صورت میں مدد کر سکتا ہے کہ رب مدد کرنا چاہے ورنہ زندہ اور پاس والا شخص بھی ذرہ بھر کام نہیں آ سکتا۔ منکر کے نزدیک زندہ اور پاس والا شخص خود مدد کر سکتا ہے اس کیلئے یہ قید تو ہے تو مدد عادتاً اس کے بس میں ہو، مگر یہ شرط نہیں کہ رب چاہے تو وہ زندہ و نزدیک والا شخص مدد کر سکے۔ رب نہ چاہے تو نہ کر سکے۔ شاید اب بات کچھ اُلجھ گئی ہے۔ پھر اس فرق کو سمجھنے کی کوشش کریں محبوبانِ خدا کے غلاموں کے نزدیک حقیقت میں مدد کرنے والا یعنی مستعان حقیقی صرف ایک ہے، وہ اگر مدد کرنا چاہے تو بغیر کسی کے وسیلہ کے مدد کرے یا جسے چاہے مدد کا ذریعہ بنا دے اس کے چاہنے سے ہر زندہ و مردہ، ہر قریب یا دور والا شخص مدد کر سکتا ہے۔ خواہ کسی چھوٹے کام میں مدد ہو یا بڑے کام میں مدد۔ مگر منکروں کے نزدیک کوئی شخص قریب ہو اور زندہ ہو تو عام آدمی معاملات میں خود بھی مدد کر سکتا ہے (خدا کے چاہنے نہ چاہنے کی کوئی شرط نہیں) چھوٹے کاموں میں جو عام انسان کے بس میں ہوتے ہیں، اُنکے نزدیک مدد کرنے کی اُسے طاقت ہے۔ منکروں کی اصطلاح میں اس مدد کو ماتحت الاسباب کہتے ہیں، ظاہری استعانت اُن کے نزدیک ماتحت الاسباب یا ظاہری استعانت کی عام اجازت ہے، جس سے آپ چاہیں کر سکتے ہیں (بشرطیکہ وہ قریب ہو، زندہ ہو اور عموماً اس کے بس میں ہو)

غور کیجئے قرآن پاک میں جب اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہے یعنی مانگنے والا بندہ عرض کرے ''اے اللہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں''۔ تو کھل گیا کہ مرد مؤمن جیسے **اِیَّاکَ نَعْبُدُ** کہہ کر ایک ہی معبود کا اقرار کرتا ہے یونہی **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** کہہ کر اسی ایک کو مستعان و مددگار یقین کرتا ہے۔ وہ اگر مچھر کے ذریعے لشکر نمرود ہلاک کرے، پانی کے ذریعے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو تباہ کرے، ابابیلوں کے ذریعے ابرہہ کے ہاتھیوں کا قلع قمع کرے، اپنے کسی پیغمبر کے ذریعے مادر زاد اندھوں کو بینائی بخشے، مُردوں کو زندہ کرے، یا اپنے محبوب اعظم ﷺ کے لعاب دہن شریف سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایڑھی کو زہر سے شفا بخشے، ہر جگہ اس کی قدرت امداد کا ظہور ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی تصریح کے مطابق آپ کسی زندہ سے یا مردہ سے قریب یا دور والے سے، نبی علیہ السلام سے یا ولی علیہ الرحمۃ سے مدد مانگتے ہیں یہ سمجھ کر کہ حقیقت میں مدد کرنے والا اللہ ہے، باقی سب اسی کی امداد کے مظاہر ہیں تو توحید کے منافی نہیں۔ اور اگر اس نکتے کو فراموش کردیں، پھر کسی سے بھی (زندہ سے، مردہ سے، چھوٹے سے یا بڑے سے قریب والے یا دور والے سے، مافوق الاسباب یا ماتحت الاسباب) امداد مانگیں حرام ہے اور شرک، منکر اولیاء میں یہ لیاقت نہیں کہ اس فرق کو سمجھتا، وہ دوسروں پر شرک کا فتویٰ لگاتا ہے اور خود شرک کے تاریک ترین کوئیں میں گرا ہوا ہے۔ صبح و شام وہ کس کس سے مدد نہیں مانگتا اور جس جس سے بھی مدد مانگتا ہے۔ یہ سمجھ کر مدد مانگ رہا ہے کہ اتنا کام یہ خود بھی (یعنی نعوذ باللہ خدا کے چاہے بغیر بھی) کر سکتا ہے۔ تو فرمائیے صبح و شام وہ کتنے شرک کرتا ہے مگر

افسوس اُنہیں احساس تک نہیں، ہاں سچ جانو یہ وہی قوم ہے جس کے بارے میں قرآن پاک فرماتا ہے۔

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ . لَا يَعْلَمُونَ وغیرہ وغیرہ یعنی وہ نہیں سمجھتے ،وہ نہیں جانتے۔

جس طرح حقیقی عالم اللہ علیم ہے، مگر اس نے اپنے فضل سے بعض بندوں کو علم بھی دیا اور انہیں عالم، علماء اور علیم بھی فرمایا۔

جس طرح حقیقی سمیع وبصیر اللہ ہی ہے مگر اس نے انسان کو بھی سمیع وبصیر بنایا چنانچہ فرمایا

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا o (الدھر۔۲)

ترجمہ۔ تو اُسے (یعنی انسان کو) سمیع وبصیر کر دیا۔

اسی طرح حقیقی مددگار اللہ جل مجدہ ہی ہے مگر اس نے اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے بھی بعض کو بعض کا مددگار بنایا ہے۔ اسی لئے قرآن پاک کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی دعا کا ذکر فرماتا ہے تو آخری جملہ یوں نقل فرماتا ہے۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا o (النسآء۔ ۷۵)

ترجمہ۔ اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے ولی اور نصیر جن کے تقرر کی دعا کی جا رہی ہے یہ اللہ کی طرف سے ولی اور نصیر بنائے جا رہے ہیں تو یقیناً انکی مدد اللہ ہی کی مدد ہے۔ ابابیل اللہ کی طرف سے بھیجے جائیں تو کعبے کی حفاظت میں ابابیلوں کی مدد اللہ ہی کی مدد ہے اور انکے ذریعے ہاتھیوں کی تباہی اللہ ہی کی طرف سے تباہی ہے۔ اسی طرح اللہ اپنے بندوں کے ذریعے کسی کی مدد فرماتا ہے تو لامحالہ یہ اُسی کی اپنی مدد ہے۔ منکرین کو یہ تو گوارا ہے کہ اپنی مرضی سے ہزاروں لاکھوں ایسے مددگار مان لیں جو ماتحت الاسباب میں خود مدد کر سکتے ہیں اور اس میں یہ شرط بھی نہیں خدا چاہے یا نہ چاہے مگر یہ گوارا نہیں کہ مستعان حقیقی اللہ کے محبوب بندے اللہ کے فضل سے اور اُسی کی دی ہوئی طاقت سے اسی کی مدد کے مظہر بن سکتے ہیں۔

منکرین کی ایک کج فہمی تو یہی ہے کہ ان کے نزدیک ماتحت الاسباب یا ظاہری استعانت ہر قریب والے زندہ شخص سے جائز ہے اور عادی امور میں یعنی ایسے کاموں میں جو عموماً انسانوں کے بس میں ہوتے ہیں کسی دوسرے سے مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کاموں میں انہیں مدد کرنے کا اختیار ہے۔ دوسری کج فہمی یہ ہے مافوق الاسباب امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے مدد مانگی جائے تو شرک ہے کیونکہ یہ اُن کے نزدیک طاقت اللہ نے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ حالانکہ امور ماتحت الاسباب ہوں یا مافوق الاسباب، ہر کہیں اللہ ہی مستعان حقیقی ہے اور اُسے مستعان حقیقی مان کر امور تحت الاسباب میں مدد مانگی جائے یا فوق الاسباب میں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مدد کرنے والا اپنی خداداد طاقت کے مطابق ہی مدد کرے گا جس کی طاقت عام انسانوں کے برابر ہوگی، وہ ماتحت الاسباب تک ہی مدد کر سکتا جو طاقت وقوت میں مظہر رب جلیل ہے، اس کی امداد امور مافوق الاسباب میں بھی ممکن ہے معجزات وکرامات کیا ہیں، اسی قوت بے پایاں کے مظاہر۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور ﷺ سے مدد مانگا کرتے تھے، وہ عموماً ایسی ہی مدد ہوتی تھی جو اللہ کے سب سے بڑے نائب ﷺ کی شان ارفع کے لائق و شایاں تھی۔

مختصر یہ کہ جس طرح چھوٹے موٹے کاموں جو عام انسانوں کے بس میں ہوتے ہیں، عام انسانوں سے مدد لیتے ہیں اور یہ ایاک نستعین کے خلاف نہیں ہوتا کیونکہ مدد مانگنے والا اس یقین سے قائم رہا ہے کہ ان چھوٹے کاموں میں بھی اللہ کے چاہے بغیر کوئی مدد نہیں کر سکتا اور مستعان حقیقی ایک اسی کی ذات پاک ہے، یونہی بڑے کاموں میں جو عام انسانوں کے بس میں نہیں ہوتے وہ اللہ کے پاک واقرب بندوں سے مدد مانگتا ہے اس لئے کہ مستعان حقیقی اب بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی نے یہ بڑے بڑے کام

اپنے پاک ومقرب بندوں کے بس میں کر دیئے ہیں مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباری حضرت آصف برخیا کا دور دراز سے تخت بلقیس لانا اور وہ بھی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے یقیناً عام انسانوں کی طاقت سے باہر ہے اور امور مافوق الاسباب سے تعلق رکھتا ہے۔ منکر اولیاء کے نزدیک اگر مافوق الاسباب میں اللہ والوں سے مدد مانگی جائے تو شرک، ماتحت الاسباب میں کسی سے مانگی جائے تو شرک نہیں اگرچہ مدد مانگنے والا خدا کو مستعان حقیقی نہ سمجھتا ہو اور جس سے مدد مانگ رہا ہے۔ وہ خود خدا کا منکر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ہے منکروں کی توحید (معاذ اللہ) مزید وضاحت کیلئے دیکھئے ارشاد نبوی ﷺ۔

عَنْ اَنَسٍ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِيَسْئَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْئَلَهٗ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے رب سے حاجتوں کو طلب کرے یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کے بارے میں بھی۔

دوسری روایت میں آخری الفاظ یوں ہیں۔

حَتّٰى يَسْئَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْئَلَهُ شِسْعَهٗ اِذَا انْقَطَعَ

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

ترجمہ۔ یہاں تک کہ نمک بھی اللہ سے مانگے اور یہاں تک اپنی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اسی سے مانگے۔

بات صاف ہو گئی چھوٹے سے چھوٹا کام ہو یا بڑے سے بڑا، مستعان حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں، جس سے بھی مانگے اُسے بقول حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اللہ کی مدد کا مظہر سمجھ کر مدد مانگے۔ حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ تفسیر عزیزی میں فرمایا بالکل اُسی کا ترجمہ محمود الحسن صاحب (دیوبندی) اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کیا۔ اُن کے الفاظ نوٹ کیجئے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کی جائے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔ یہ صاحب تھے دیوبندی مکتب فکر کے امام اور مولوی سرفراز گکھڑوی کے بزرگ۔ اب آیئے ایک اور واقعہ سنیئے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت اور اس کی تحقیقات کیلئے حکومت کی طرف سے سابق چیف جسٹس مسٹر محمد منیر اور جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل ایک عدالت مقرر کی گئی۔ مذہبی جماعتوں کے متحدہ محاذ کی مجلس عمل کے ناظم اعلیٰ مولانا داؤد غزنوی (اہل حدیث تھے) جسٹس منیر نے انہیں الجھانے کی بہت کوشش کی مگر غزنوی صاحب نے اس کو بے بس کر دیا۔ ایک سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

جسٹس منیر۔ کیا آپ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

فرمایا۔ یہ کہنے والے کی نیت پر منحصر ہے۔ ہر وہ شخص جو یہ الفاظ زبان سے نکالتا ہے، مشرک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ابھی آپ نے بھی یہ الفاظ زبان سے نکالے ہیں مگر ہم آپ کو مشرک نہیں کہیں گے۔

(سوانح مولانا داؤد غزنوی، از مولانا ابوبکر غزنوی)

دیکھا آپ نے؟ یہ فیصلہ ہے غیر مقلدین کے ایک جید عالم دین کا۔ نیت صاف نہ ہو تو اللہ اکبر، کہنے والا بھی مشرک چنانچہ مشہور مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے پرستار جب اللہ اکبر کہتے تھے تو اُن کی مراد یہ ہوتی تھی کہ (جلال الدین اکبر) ہی اللہ ہے اور اگر نیت صاف ہو تو یا شیخ عبدالقادر کہنے والا بھی موحد ومومن ہے، آخر وہ انہیں عبدالقادر ہی کہہ رہا ہے (یقیناً قادر کا بندہ) القادر تو نہیں کہہ رہا۔ اللہ کے سوا کسی کو خدا ماننا شرک ہے بندہ ماننا شرک نہیں۔

☆☆☆☆☆

درس قرآن

قرآن پاک کی عظمتیں

غلام مصطفی مجددی (ایم۔اے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا!

☆ الم۔ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں، ہدایت ہے ڈر والوں کو○ (البقرہ۔۲)

☆ اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو، اگر تم سچے ہو○ (البقرہ۔۲۳)

☆ ہر خشک و تر (چیز کا بیان) روشن کتاب میں ہے۔

﴿اشارات﴾

☆ الم۔ ''حروف مقطعات''، میں سے ہے، یہ اللہ اور اس کے محبوب کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔

☆ قرآن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی محسوس کرتا ہے تو اس کی عقل نارسا کا فتور ہے۔

☆ قرآن پاک میں کوئی شک نہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت جبرائیل امین، حضور محبوب کریم اور اصحاب عظیم سب کے سب شک و شبہ سے پاک ہیں۔ اگر کسی ایک مقام کو شک و شبہ کا محل ٹھہرا لیا جائے تو سارا قرآن پاک ''مشکوک'' قرار دیا جائے گا۔

☆ قرآن چشمہ ہدایت ہے۔

☆ اس چشمہ ہدایت سے کون سیراب و شاداب ہو سکتا ہے، صرف وہی جس کے دل میں خوف خدا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے قرآن پاک سے رحمت و ہدایت کے انمول خزانے حاصل کر رہے ہیں۔

☆ قرآن پاک نے تقویٰ کا بڑی وضاحت و صراحت سے ذکر فرمایا ہے، اس کا معنی ہے اللہ سے ڈرنا اور بُرے عقائد سے بچنا۔

☆ تقویٰ کی دو قسمیں۔ جسمانی تقویٰ اور قلبی تقویٰ

☆ جسمانی تقویٰ سے مراد اعمال صالحہ سے اپنے جسم کو مزین کرنا اور اعمال باطلہ سے اپنے جسم کو محفوظ رکھنا۔

☆ قلبی تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ، اس کے محبوب والا اور اس کی جملہ نشانیوں کا ادب و احترام کرنا۔ فرمان خداوندی ہے۔

''جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پست رکھتے ہیں، انہی کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے چن لیا ہے'' اور فرمایا۔ ''جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہی دلوں کو تقویٰ ہے''۔ ان آیتوں نے بتایا کہ تقویٰ محبوب خدا اور شعائر خدا کے ادب کو کہتے ہیں، تو اب غور کرنا چاہیے کہ جو اس ادب سے خالی ہے وہ قرآن پاک کی ہدایت سے خالی ہے۔ اگر چہ روز ''درس قرآن'' دیتا رہے، بے ادبی کی نحوست کی وجہ سے قرآن سے محروم ہی رہے گا۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

☆ محبوبان خدا ''کا بے ادب'' خدا سے نہیں ڈرتا، اگر چہ وہ زبانی ''خوف خدا'' کا دعویٰ کرتا ہے۔

☆ قرآن پاک نے فرمایا ہے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہوتا ہے، **''ولا تموتن الا وانتم مسلمون''** اور نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر۔ یہاں یہ اعلان بھی گونج رہا ہے، گویا اللہ اور اس کے پیاروں کا احترام کرنا، اور ''بے ادب'' ہو کر نہ مرنا، یعنی ادب

کی دولت، مقصود ایمان اور مطلوب اسلام ہے۔

☆ قرآن پاک بے مثال ہے۔ سب کفار عالم مل کر اس جیسی ایک سورت نہیں بنا سکتے۔ یہ قرآنی چیلنج آج بھی برقرار ہے۔

☆ ذرا تصور کیجئے اگر قرآن پاک لاجواب ہے تو جس پر اترا ہے وہ کیا نبی بھی لاجواب و بے مثال نہیں۔ کیا ایسے عظیم کلام کا متحمل ایک "بشر محض" ہو سکتا ہے۔ جس کو سب پہاڑ اور زمین و آسمان برداشت نہ کر سکیں، اس کو محبوب کریم ﷺ کا قلب منیر برداشت کر رہا ہے۔ ان کے قلب و جسم کی طاقت و استقامت کا کیا عالم ہوگا؟

☆ آیت میں "**من دون اللّٰہ**" کا ذکر آیا۔ تو یہ اصطلاح اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کیلئے آئی ہے۔ سب "بتان آزری" اور انکی عبادت کرنے والے، اور انکی حمایت کرنے والے یہودی، عیسائی، مجوسی "من دون اللہ" کے زمرے میں شامل ہیں۔ بعض حضرات یہ اصطلاح نہایت لاعلمی اور کم فہمی یا ہٹ دھرمی کی بنا پر "محبوبانِ خدا" پر چسپاں کرتے ہیں۔ اور ساری تعلیمات قرآنی کو تبدیل کرتے ہیں۔

☆ قرآن پاک کا فرمان ہے، "**وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم**" اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے، وہ سب جہنمی ہیں بتایئے اگر "من دون اللہ" سے مراد "محبوبان خدا" ہوں تو یا وہ ------ ہیں؟

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی لوگ عبادت کرتے رہے تو اس میں لوگوں کا قصور ہے، ان "محبوبان خدا" کا کوئی قصور نہیں۔ وہ تو ہمیشہ انکو توحید کی تبلیغ فرماتے رہے۔

☆ اگر کوئی "حجر اسود" اور "مقام ابراہیم" کی عبادت کرے تو بھی ان پتھروں کو "من دون اللہ" میں شامل کر کے جہنم رسید نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہر اعتبار سے جنتی پتھر ہیں، اسی طرح "محبوبان خدا" بھی ہر اعتبار سے جنتی ہیں اور ان کیلئے قرآن پاک نے "اولیاء اللہ" کی اصطلاح نافذ فرمائی ہے۔

☆ من دون اللہ" کچھ نہیں کر سکتے، اولیاء اللہ، اللہ کے فضل سے بہت کچھ کر سکتے ہیں، اور ہمارا تعلق اولیاء اللہ سے ہے" من دون اللہ" سے نہیں۔

☆ یہی وہ فرق ہے جسے نہ سمجھنے یا سمجھ کر چھپانے کی وجہ سے کئی "شیخ القرآن" کروڑوں مسلمانوں کو "مشرک" بنا رہے ہیں۔ اور اپنی جہالت و سفاہت کی سزا اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دے رہے ہیں، خدا ہدایت عطا فرمائے۔ اور فہم قرآن سے نوازے۔

☆ قرآن سے پہلی تمام الہامی کتابوں کو تبدیل کر دیا گیا، قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم پر لیا۔ لہٰذا قرآن پاک تغیر و تبدل سے پاک رہا۔ قیامت تک کوئی کلام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ چیلنج بڑے بڑے عربی شاعروں اور زبان دانوں کو کیا گیا ہے۔ وہ لوگ اپنی فصاحت و بلاغت اور تعصب اور مہم جوئی کے باوجود اس کے مقابلے میں ایک آیت بھی نہیں بنا سکے اور ان سب نے برملا اعتراف کیا کہ یہ "کلام بشر" نہیں، انکا اعتراف عجز قرآن پاک کی حقانیت کی روشن دلیل ہے، اس سے حضور پرنور ﷺ کی ختم نبوت و رسالت کی بھی بہت لاجواب دلیل قائم ہوتی ہے۔

تیرے آگے یوں تھے دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

قرآن پاک میں ہر خشک و تر کا بیان ہے، ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ ہر شئے کا علم پایا جاتا ہے۔ اس سے قرآن کی وسعت کا اندازہ لگایئے قرآن علم مجمل نہیں، علم مفصل ہے۔ تو کیا اس علم مفصل کو صاحب قرآن نہیں جانتے، اگر صاحب قرآن بھی کماحقہ قرآن کو نہ جانے تو اس کے نزول کا مقصد کیا ہو سکتا ہے، وسعت قرآن سے علوم مصطفیٰ کی وسعت کا تصور کریں۔ ہمارا اشارہ حضور ﷺ کیلئے اجمالی علم تسلیم کرنے والوں کیلئے راہنما ثابت ہوگا، انہیں حضور کیلئے تفصیلی علم تسلیم کر لینا چاہیئے۔

☆ قرآن میں علم غیب بھی ہے اور علم شہادت بھی ہے، صاحب قرآن اللہ کے بتانے سے دونوں کو جانتے ہیں۔

عالم الغیب اللہ کی ذات سے
سیکھ کر غیب آیا ہمارا نبی

درس حدیث

غلام مصطفیٰ مجددی (ایم۔اے)

قرآن کی رحمتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

☆ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (بخاری شریف)

☆ قرآن کا عالم معزز فرشتوں اور محترم نبیوں کے ساتھ ہوگا۔ جو قرآن اٹک کر پڑھ سکتا ہو اس کیلئے دو ثواب ہیں۔ (بخاری و مسلم)

☆ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے (مسلم شریف)

☆ قرآن پڑھا کرو یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ (مسلم شریف)

☆ جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہوگی۔ (احمد و ابوداؤد)

﴿اشارات﴾

☆ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے ساتھ نسبت قائم کرے تو اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ قرآن خود اعلیٰ ہے۔ اس کے ساتھ نسبت حاصل کرنے والا بھی باقی انسانوں میں ممتاز ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی دولت و ثروت سے مالا مال ہونے والا بہتر نہیں، قرآن کی رحمتیں لوٹنے والا بہتر ہے۔

☆ قرآن کا عالم کتنے اچھے انجام کا مالک ہے قرآن نے اسے کہاں سے اٹھایا اور کہاں تک پہنچا دیا۔ معلوم ہوا کہ فرشتوں اور نبیوں کی سنگت باعث فخر ہے اور باعث نجات ہے۔ اور جن سے رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے انہیں اپنے محبوبوں سے دور لے جاتا ہے اور ایمان کا یہ اہم انعام بھی انہیں شرک کا "پیش خیمہ" دکھائی دیتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیف اٹھانا ثواب کا باعث ہے۔ آدمی کو ثواب کیلئے جینا چاہیئے۔ اور ثواب کیلئے مرنا چاہیئے۔

☆ جہاں قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی وہ گھر "ویرانے" کی صورت بن جاتے ہیں۔ شیطان کی آماجگاہ ٹھہرتے ہیں۔ قرآن آبادی کا ذریعہ ہے۔ اگر ایک سورۃ بقرہ کی یہ رحمت و برکت ہے تو سارے قرآن کی کیا برکت ہوگی؟

☆ وہی سینے آباد ہیں، وہی دل شاد ہیں جن میں قرآن موجود ہوتا ہے۔

☆ قرآن انسان کی شفاعت کرے گا، شفاعت کا انکار کرنے والے ذرا غور کریں، معلوم ہوا کافر کیلئے کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی، مسلمان کیلئے قرآن بھی مشکل کشا ہے اور صاحب قرآن بھی حاجت روا ہے۔ نبی مددگار ہیں، فرشتے اور ولی بھی غمخوار ہیں۔

☆ قرآن کی شفاعت "شرک نہیں" تو صاحب قرآن کی شفاعت بھی شرک نہیں۔ مسلمانوں کو دونوں شفاعتیں نصیب ہوں گی۔

☆ قرآن کی رحمت و برکت کو سب جانتے ہیں کیا یہ رحمت و برکت ابوجہل کیلئے بھی سودمند ہے۔ یقیناً نہیں، اور اگر مسلمان کیلئے بھی سودمند نہیں تو بتایئے ابوجہل اور ایک مسلمان میں کیا فرق ہوگا، کیا بنجر زمین اور زرخیز زمین برابر ہوتی ہے۔ ماننا پڑے گا کہ مسلمان دنیا میں ہو، یا قبر میں ہو یا حشر میں ہو قرآن ہر جگہ اس کا سہارا بن جائے گا۔

☆ قاری قرآن کے والدین کو نورانی تاج ملے گا، تو صاحب قرآن ﷺ کے والدین کا کیا مقام ہوگا؟ اس حدیث کو پڑھ کر "بعض لوگوں" کو چاہیئے کہ والدین مصطفیٰ کے بارے میں خدا کا خوف کیا کریں۔ اور ان کیلئے ایمان کی گواہی دیا کریں وہ یقیناً جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہونگے۔

☆ قرآن پاک کی رحمت و برکت سے انسان اور اس کے رشتہ دار

عظمت وعزت کے حامل ہوں گے۔

☆ ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کو فائدہ دیتا ہے، ورنہ صرف قرآن پڑھنے والے کو تاج ملتا، اس کے والدین کو ہرگز نہیں۔ اس کا نام "ایصال ثواب" ہے۔

☆ قیامت کا دن حضور پر نور ﷺ کے غلاموں کی پذیرائی کا دن ہوگا، "تاکہ دشمن جان لیں کہ اس محبوب کے ماننے والے ہی معزز ہیں۔ اس سے بغاوت کرنے والے نہیں۔"

☆ اصل تاج قرآن کا تاج ہے جو کبھی ضائع نہ ہوگا، "دنیاوی تاج" حاصل کرنے کی بجائے ابدی تاج حاصل کرنا چاہیے۔

☆ حضور صاحب قرآن کے غلام صاحب تاج ہوں گے تو حضور کی سطوت ووجاہت کا کیا عالم ہوگا۔

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

☆ سورج، چاند، ستارے "مرد مومن" کے سامنے ہیچ ہیں، مومن تمام مخلوق کا سردار ہے اور سب سے زیادہ عظمت کا حامل ہے۔ جب کوئی خدا کا ہو جاتا ہے اور ساری خدائی اس کی ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کے بارے میں متفرق معلومات

☆ قرآن مجید میں کل پارے 30

☆ قرآن مجید میں کل منزلیں 7

☆ قرآن مجید میں کل سورتیں 114

☆ قرآن مجید میں کل آیات 6666

☆ قرآن مجید میں کل رکوع 558

☆ کلمات 86,430 اور حروف 3,206,270 ہیں۔

☆ باب القرآن سورۃ فاتحہ کو کہتے ہیں۔

☆ قرآن پاک میں سب سے لمبی سورت بقرہ ہے۔

☆ سورۃ النمل میں بسم اللہ دو بار آتی ہے۔ ایک بار شروع میں ایک بار آخر میں۔

☆ روح القرآن سورت یٰسین کو کہتے ہیں۔

☆ صحابی رسول ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں متعدد بار آیات قرآنی نازل ہوئی تھیں۔

☆ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا نام سورت احزاب میں آیا۔

☆ قرآن مجید میں سب سے لمبی آیت سورۃ بقرہ میں ہے، آیت نمبر 282 ہے۔

☆ خانہ کعبہ کو قرآن میں مسجد الحرام کے نام سے پکارا گیا ہے۔

☆ جامع القرآن صحابی رسول ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں۔

☆ قرآن میں واقعہ معراج کا ذکر سورہ بنی اسرائیل کی ابتداء میں ہے

☆ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد تک محترم خاتون کے نام سے سورۃ مریم قرآن مجید میں ہے۔

☆ قرآن پاک پہلا سجدہ تلاوت پارہ نو میں ہے اور قرآن مجید میں کل سجدے 14 ہیں۔

☆ قرآن پاک میں ایھا النبی 23 مرتبہ، ذکر خیرات 150 مقامات پر، دعا مانگنے کی تاکید 70 سے زائد مرتبہ آئی ہے۔

☆ قرآن مجید میں نماز کی تاکید کئی سو مرتبہ آئی ہے۔ قرآن مجید کی سورت یوسف میں بیان کردہ قصے کو احسن القصص کہا گیا ہے۔

☆ قرآن مجید لکھوانے کا کام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کیا۔

☆ قرآن مجید کے پہلے حافظ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

☆ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر سب سے زیادہ آتا ہے۔

☆ قرآن مجید میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا لقب روح الامین ہے۔

☆ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت، سورۃ الکوثر ہے۔

☆ قرآن مجید کی آخری دو سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں۔

رمضان المبارک کی چند تقریبات

پروفیسر محمد حسین آسی

ماہ رمضان المبارک خصوصی رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں کا مہینہ ہے۔ اس کی ہر ساعت قیمتی اور از حد قابل قدر ہے۔ دن کا روزہ فرض ہے تو رات کو تراویح میں قرآن پاک پڑھنا سننا سنت۔ ۲۰۔ رمضان المبارک کی نماز مغرب سے پہلے اعتکاف شروع ہو جاتا ہے۔ جو شوال کی پہلی شام تک رہتا ہے۔ (یہ رات جس کی صبح کو عید الفطر ہوتی ہے، بڑی مقدس ہے) وہ شخص نہایت خوش نصیب ہے۔ جس نے اس مہینے کی قدر پہچانی اور اپنے خدا اور رسول ﷺ کو راضی کر لیا اور ایسا شخص انتہائی بد بخت ہے جو اس عظمت و برکت والے مہینے میں بھی غفلت کا شکار رہتا ہے۔

یوں تو ماہ رمضان زہد و ریاضت تلاوت و عبادت توبہ و استغفار اور ذکر و فکر ہی کا مہینہ ہے مگر اس کی عظمت کا سبب بعض مخصوص ایام بھی ہیں۔ آیئے ان میں سے بعض کا ذکر کریں۔

۳۔ رمضان المبارک = اگر دنوں کو خاص واقعات یا مخصوص شخصیات کی (ولادت و وصال کی) نسبت سے عظمت ملتی ہے تو ۳۔ رمضان المبارک کی شان و اہمیت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ جس کا تعلق مخدومہ دارین، مادر حسنین کریمین، حضرت سراپا عصمت حضور سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا کے وصال شریف (مورخہ ۳۔ رمضان المبارک سن ۱۱ھ) سے ہے۔ آپ سرور کونین، سلطان دارین، حضور پُر نور ﷺ کی آخری صاحبزادی ہیں اور سیادت و طہارت کے بلند ترین اوصاف سے آراستہ۔ ایک بار محبوب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا

"پیاری بیٹی! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم جہان بھر کی عورتوں کی سردار ہو۔" عرض کی "ابا جان! مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کدھر گئیں۔" فرمایا "وہ اپنے زمانے کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی سردار ہو۔ اور خدا کی قسم، میں نے تیرا نکاح اس سے کیا ہے جو دنیا و آخرت میں سردار ہے۔" **تلك سيدة نساء عالمها وانت سيدة نساء عالمك اما والله لقد زوجتك سيدا في الدنيا والآخره** (ترمذی شریف)

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی بھی حضور ﷺ سے گفتگو میں مشابہ نہیں تھا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ آگے بڑھتے، انکی پیشانی پر بوسہ دیتے" اور مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب خود حضور انور ﷺ انکے کے ہاں تشریف لے جاتے وہ بھی یونہی استقبال کرتیں۔

آپ کی عظمت شان ظاہر کرنے کیلئے یہاں صرف دو حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ حضور رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے غصے میں ڈالا، اس نے مجھے غصے میں ڈالا" اور ایک روایت میں ہے "مجھے پریشان کرتی ہے وہ شئے جو اسے پریشان کرے اور مجھے تکلیف دیتی ہے وہ شئے جو انہیں تکلیف دے۔" (بخاری، مسلم)

۲۔ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے آخر میں حضور ﷺ نے سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔

"اے فاطمہ! کیا تو اس سے راضی نہیں۔ کہ تمام جنتی عورتوں کی یا تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ (بخاری و مسلم)

غرض حضرت خاتون جنت علیہا السلام کی بڑی شان ہے۔

ہمارے آقا حضور شہنشاہ الثانی قدس سرہ آپ کے بارے میں وہی رائے مبارک رکھتے تھے جو حضرت امام مالک اور پھر حضرت امام سبکی علیہما الرحمۃ والرضوان کی تھی یعنی

"یعنی میں رسول پاک ﷺ کے جگر پارے پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا"

بہر حال آپ کی تاریخ وصال (یعنی ۳ رمضان) جس عقیدت و احترام سے منائی جائے گی، انشاء اللہ دین و دنیا کی برکات حاصل ہوں گی۔

بہت اچھا ہو اس روز حضرت سیدہ علیہا السلام کی طرف سے روزے افطار کرائے جائیں۔

۱۰۔ رمضان المبارک = یہ حضرت ام المومنین مخدومہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا دن ہے۔ علامہ بلاذری علیہ الرحمہ کے مطابق آپ نے اسی تاریخ سن ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے وصال فرمایا۔

حضرت خدیجہ اپنی اعلیٰ کردار و اخلاق کی بنا پر "طاہرہ" کہلاتی تھیں۔ پہلے آپ کا نکاح ابوطلہ سے ہوا ان کی وفات کے بعد عتیق بن عائذ (یا عابد) مخزومی کے نکاح میں آئیں وہ بھی فوت ہو گئے تو تیسرا نکاح حضور ﷺ سے ہوا۔ کہتے ہیں اس سے قبل آپ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند ان کی گود میں آ گرا ہے جس سے ساری دنیا منور ہو گئی۔ خواب کی تعبیر پوچھی تو ایک عیسائی عالم نے جواب دیا۔

"اے شریفہ عرب تمہیں بشارت ہو کہ دعائے خلیل و بشارت عیسیٰ (علیہما السلام) کا ظہور ہو چکا ہے اور تم ان کے نکاح میں آؤ گی۔"

اس سے پہلے بھی وہ حضور اکرم ﷺ کی امانت و صداقت اور رحمت و برکت کے واقعات سن چکی تھیں۔ خواب سے وہ اور بھی مائل ہو گئیں۔ چنانچہ اپنی کنیز نفیسہ کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں نکاح کا پیغام بھیجا جو منظور ہوا۔ جناب ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانچ صد طلائی درہم مہر قرار پایا۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال اور سیدہ خدیجہ علیہا السلام کی عمر چالیس برس تھی۔ پندرہ برس بعد بعثت ہوئی تو سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں۔ تبلیغ اسلام شروع ہوئی تو کفار نے ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ کبھی حضور اکرم ﷺ دشمنوں کی بدزبانی سے پریشان ہوتے تو عرض کرتیں!

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ رنجیدہ نہ ہوں بھلا آج تک کوئی ایسا رسول بھی آیا ہے جس سے تمسخر نہ کیا گیا ہو۔"

چنانچہ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

"میں جب کفار سے کوئی بات سنتا تھا اور وہ مجھ کو ناگوار محسوس ہوتی تھی تو خدیجہ میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو سکون آ جاتا تھا اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو ان کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا۔"

حضور اکرم نور مجسم ﷺ اکثر بعد میں بھی آپ کا ذکر خیر فرماتے رہتے تھے۔ ایک ایسے ہی موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بقول خود رشک کی بنا پر عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک بڑھیا عورت تھیں، خدا نے ان کے بعد آپ کو ان سے بہتر بیوی عنایت فرمائی ہے۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

"خدا کی قسم! مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جبکہ سب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا بلکہ جبکہ دوسروں نے منہ پھیرا اور اللہ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد بخشی۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

''میں ڈرگئی اور دل سے وعدہ کرلیا کہ آئندہ حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بارے میں ایسی ویسی بات نہیں کروں گی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت و شان اس بات سے ظاہر ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر بولے۔ ''خدیجہ برتن میں کچھ لارہی ہے آپ انہیں اللہ کا اور میرا سلام پہنچادیں۔''

بہر حال ۱۰ رمضان کو آپ کے ایصال ثواب کی محفلیں بھی منعقد کریں۔

اس تاریخ کی عظمت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اسی روز ۹۳ ہجری میں اسلام کے مایہ ناز جرنیل محمد بن قاسم رضی اللہ عنہ نے سندھ کے راجا داہر کو شکست فاش دی اور یوں اسلامی حکومت قائم کی۔ لہٰذا یوم باب الاسلام بھی کہا جاسکتا ہے۔ محمد بن قاسم ہمارے عظیم محسن ہیں بلکہ سوچا جائے تو ایک اعتبار سے وہ بانی پاکستان بھی ہیں۔ لہٰذا اس روز یعنی ۱۰ رمضان کو ایصال ثواب کی محافل میں اس عظیم محسن کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

۱۷۔ رمضان المبارک

= اس دن کو دو عظیم نسبتوں کا شرف حاصل ہے۔ ۲ھ میں جنگ بدر اور ۵۷ھ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسی روز وصال ہوا۔

غزوہ بدر اسلام و کفر کی پہلی فیصلہ کن لڑائی ہے جس کی اہمیت کے باعث قرآن نے اس دن کو یوم الفرقان (یعنی حق و باطل میں امتیاز یا فیصلے کا دن) فرمایا۔ حضور امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا لشکر ۳۱۳ افراد پر مشتمل تھا اور کفار کی فوج تین گنا سے بھی زیادہ تھی۔ ساز و سامان میں بھی بظاہر کوئی مقابلہ نہیں تھا کیونکہ کافر ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھے مگر مسلمان نہایت ہی بے سروسامانی کے عالم میں تھے اس کے باوجود فتح نے غلامان رسول ﷺ کے قدم چومے۔ صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے جبکہ انکے مقابلے میں ستر کفار قتل ہوئے اور اتنے ہی قیدی بنے۔

جنگ بدر خدا کی قدرتوں کا عظیم شاہکار ہے اور اس کا ہر پہلو نہایت ہی ایمان افروز ہے۔ اس موقع پر فرشتوں کا نزول بھی یہی سبق دیتا ہے کہ اہل ایمان کو ہر حال میں صداقت کا علمبردار رہنا چاہئے اور کسی قیمت پر بھی باطل کی بے پناہ نظر آنے والی قوتوں کی بالادستی قبول نہیں کرنی چاہئے جیسا کہ آج پاکستان کو بھارت کی بالادستی قبول نہ کرنے کی پاداش میں دھمکایا جارہا ہے۔ بقول مولانا ظفر علی خان مرحوم۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اس دن کی دوسری نسبت ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال سے ہے۔ شوال ۱۰ نبوی میں آپ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے نکاح سے مشرف ہوئیں اور شوال ۱ھ میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپکی عمر مبارک 9 سال تھی اور وصال نبوی کے وقت ۱۸ سال۔ ان نو سال میں آپ کو علمی و روحانی کیا کیا کمالات حاصل ہوئے، ہمارے تصور سے بالاتر ہیں۔ انکی فضیلت اسی سے ظاہر ہے کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بعد امہات المؤمنین میں حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ انہی سے محبت تھی (رضی اللہ عنہن) بلکہ دوسروں کو بھی انکی محبت کی تلقین فرماتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت خاتون جنت علیہا السلام سے فرمایا۔

ترجمہ۔ ''اے پیاری بیٹی! کیا تجھے اس سے محبت نہیں جس سے مجھے محبت ہے۔ عرض کی کیوں نہیں سو فرمایا۔ اس (عائشہ صدیقہ) سے محبت رکھ۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تحدیث نعمت کے طور پر فرماتی ہیں۔

ترجمہ۔ ''نبی کریم ﷺ کا وصال میرے گھر میں میری باری میں ہوا اور میرے سینے اور گلو کے درمیان ہوا اور آخر میں اللہ نے میرے اور آنحضرت ﷺ کے لعاب کو ملا دیا وہ یوں کہ (میرے بھائی) عبدالرحمٰن مسواک لے کر آئے۔ حضور اکرم ﷺ کو (بظاہر) ضعف تھا (یہ دیکھ کر کہ)

حضور انور ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں میں نے مسواک لے کر پہلے اپنی دانتوں سے نرم کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو مسواک کرا دی۔"

حضرت مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عالمہ فصیحہ تھیں۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں پایا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کو کوئی ایسا مسئلہ پیش نہیں آیا جس کا حل انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ پایا ہو۔ محمود بن لبید کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں مگر حضرت عائشہ صدیقہ وام سلمہ ان میں ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے اکابر حضور ﷺ کے بعد حضرت صدیقہ کی خدمت میں کسی کو بھیج کر حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔" (رضی اللہ عنہم)۔

حضرت عائشہ کے ارشادات۔

۱۔ در جنت کھٹکھٹاؤ کھولا جائے گا لوگوں نے کہا کیونکر کھٹکھٹائیں۔ فرمایا بھوکا اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

۲۔ ایک بار ایک شخص نے سوال کیا میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں؟ فرمایا جب تجھے اپنے برے ہونے کا گمان ہو جائے اس نے کہا کہ اپنے کو برا کب سمجھوں؟ فرمایا جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

(رحمۃ للعلمین)

بہر حال آپ کا دن خصوصی اہتمام سے منانا چاہئے سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ فیصل آباد میں عرس ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں بڑے اہتمام سے شرکت فرمایا کرتے تھے۔

۲۱۔ رمضان المبارک = اس اہم دن کی نسبت

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شہادت سے ہے۔ آپ کے مناقب وفضائل کا شمار نہیں آپ کی ولادت حرم کعبہ میں ہوئی اور شہادت مسجد میں، کسی نے کیا خوب فرمایا۔

کسے را میسر نشد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

بچپن سے حضور پُر نور ﷺ کی صحبت وکفالت میں تربیت سے سر فراز رہے سرکار دو عالم ﷺ نور مجسم ﷺ کی بعثت ہوئی تو بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے۔ ایک مرتبہ آپ نے بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا۔

"الٰہی! میں نہیں جانتا کہ تیرے نبی کے سوا اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے تیری عبادت کی ہو۔"

اس فقرے کو تین بار دہرایا، پھر سات بار تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا۔

"میں نے سب لوگوں سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ازالۃ الخفاء)

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین۔

(مسلم)

ترجمہ۔ "بیشک اللہ اس کتاب کے ذریعے بہت سے گروہوں کو بلند کرے گا اور دوسروں کو پست کرے گا۔"

پاکستان کا قیام بھی اسی رات ہوا گویا اصل یوم آزادی ۲۷۔ رمضان المبارک ہی ہے۔ اس میں بھی قدرت کا یہی بھید ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات پورے اہتمام سے یہاں نافذ کی جائیں اور کتاب وسنت کے خلاف جو قوانین ہیں کالعدم قرار دیئے جائیں۔ انسان کیلئے انسان کی غلامی موزوں نہیں تو پھر انسانوں کے بنائے ہوئے ناقص اور غیر فطری دستور اس کے کب شایاں ہیں۔

☆☆☆☆☆

مسائل رمضان المبارک

علامہ سیّد محمود احمد رضوی

رویت ہلال = شریعت میں رویت ہلال کا اعتبار ہے جو واضح طور پر یا شرعی شہادت سے ثابت ہو۔ چاند دیکھنے کی شہادت شہر کے مقتدر عالم کے سامنے پیش کرنی چاہیے۔ اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کریں یونہی ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے اور شرعی شہادت سے بھی اس کا ثبوت نہ ملے تو رمضان کے ۳۰ دن پورے کر کے عید کریں۔ شک کا روزہ رکھنا گناہ ہے۔

مسائل سحری = سحری کھانا سنت ہے اور باعث برکت۔ اگرچہ ایک لقمہ ہی کھائے۔ سحری میں تاخیر مستحب ہے مگر اتنی نہیں کہ وقت میں شک ہو جائے۔ اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو بحالت جنابت سحری کھا سکتا ہے۔ ویسے غسل جنابت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ وضوء میں کلی ایسی کہ منہ کے ہر پرزہ پر پانی بہہ جائے اور ناک میں اس طرح پانی لینا جہاں نرم بانسہ ہے پانی پہنچ جائے۔ سنت مؤکدہ ہے۔ اور غسل جنابت میں فرض ہے کہ کلی اور ناک میں پانی نہ لیا جائے تو غسل ہی نہ ہوگا اس لیے روزہ دار کو غسل فرض میں اس احتیاط سے کلی کرنی چاہیے کہ منہ کے ہر پُرزہ پر پانی بہہ جائے مگر حلق سے نیچے نہ اترے اور ناک میں پانی اس احتیاط سے لیا جائے کہ نرم بانسہ دھل جائے اور پانی نہ حلق میں اترے نہ دماغ میں چڑھے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً سحری کے وقت اٹھا اور نہانے کی حاجت تھی تو فی الحال خوب اچھی طرح کلی کرے ناک میں پانی لے لے اب جب بحالت روزہ نہائے گا تو کلی و ناک میں پانی لینے کی دوبارہ ضرورت نہ رہے گی۔

ضروری مسائل = سحری کھا کر سویا یا دن میں سویا۔ احتلام ہو گیا تو روزہ میں کچھ فساد نہیں آئے گا غسل کر لے یونہی اپنی بیوی کا بحالت روزہ بوسہ لیا، حرج نہیں۔ بشرطیکہ انزال نہ ہو۔ بعض لوگ ذکی الحس ہوتے ہیں بعض اوقات بحالت روزہ بیوی کو دیکھ کر انتشار ہو جاتا ہے اور مذی نکلتی ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذی اور ودی وہ رطوبت ہے جو مذی کے نکلنے سے پہلے ظاہر ہوئی صرف اس کے نکلنے غسل واجب نہیں ہوتا ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ استنجا کر کے وضو کر لیں۔

روزہ کی نیت = نیت کا وقت بعد غروب آفتاب سے ضحوی کبری تک ہے۔ ہر روزہ کیلئے نیت لازم ہے۔ نیت زبان سے بہتر ہے اور نیت ضحوی کبری سے پہلے کرے تو روزہ ہوگا۔

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَان۔

میں نے نیت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ اللہ کیلئے رکھوں گا۔

اگر نیت دن میں کرے تو یوں کہے

نَوَیْتُ اَنْ اُصُوْمَ هٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰهِ

میں نے آج اس رمضان کا فرض روزہ اللہ کیلئے رکھا۔

سحری نیت ہے جب کہ کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ روزہ رکھوں

روزہ کی حقیقت = نماز اور زکوۃ کی فرضیت کے بعد ۱۰ شعبان ۲ھ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے عرف شرع میں مسلمان کا

بنیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا روزہ ہے عورت کا حیض نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔

رمضان المبارک کا روزہ رکھنے کے ساتھ ہر روزہ دار پر یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ صرف کھانے پینے اور مباشرت ہی سے اجتناب نہ کرے بلکہ قول و فعل، لین دین اور دیگر معاملات میں بھی پرہیزی اختیار کرے جیسا کہ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** سے ظاہر ہے روزہ کی حالت میں آدمی ہاتھ پاؤں کو کسی بھی برے کام کیلئے حرکت نہ دے۔ گالی گلوچ غیبت جیسی خرافات زبان پر نہ لائے۔ نہ کان میں پڑنے دے۔ اس کی آنکھ بھی غیر شرعی کام کیطرف نہ اٹھے۔ بلکہ انسان تقویٰ کا عملی نمونہ بن جائے، اگر رمضان المبارک کے روزے ان قیود و شرائط کو مد نظر رکھ کر پورے کیے جائیں تو اختتام رمضان پر تقویٰ و پرہیزگاری کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر = جب آدمی ایسا بیمار ہو کہ روزہ رکھنے سے جان جانے یا مرض کے بڑھنے یا دیر پا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے جب صحت ہو جائے قضاء کرے۔ ایسا بوڑھا کہ روز بروز کمزور ہو گا نہ اب روزہ رکھنے پر قادر اور نہ بظاہر آئندہ قادر ہو سکے گا۔ ہر روزہ کے بدلے فدیہ دے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ بوڑھا شخص جو فدیہ دیتا رہا پھر روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ دیتا رہا پھر روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ نفل ہو گا۔ اور روزہ کی قضا لازم ہے۔ جو ایسا مریض یا بوڑھا ہو کہ گرمیوں میں روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اب افطار کرے۔ جاڑوں میں رکھے۔ حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت جب انہیں اپنی ذات یا بچہ کا اندیشہ ہو تو ان کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن قضا لازم ہے۔

روزہ توڑنا گناہ ھے - روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی توڑ دینا سخت گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسا بیمار ہو گیا کہ روزہ نہ توڑنے سے جان کے جانے کا خطرہ ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا احتمال قوی ہو یا ایسی شدید پیاس لگی کہ مر جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے۔ البتہ صحت ہو جانے پر قضا لازم ہے۔ مسئلہ جن کا روزہ فاسد ہو جائے ان پر اور حیض و نفاس والی پر جب دن پاک ہوں۔ نابالغ پر جب دن میں بالغ ہو۔ مسافر پر جب دن میں مقیم ہو واجب ہے کہ پورے دن روزہ دار کی طرح رہیں: مسئلہ نابالغ جو بالغ ہوا کافر جو مسلمان ہوا ان پر اس دن کی قضا واجب نہیں۔

ہر ایسے مسلمان پر جو حاجت اصلیہ سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہے۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہے۔ صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

روزہ کے مکروھات = کسی چیز کا بلا عذر چکھنا چبانا بایں طور کہ حلق سے نیچے نہ اترے۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی گلوچ، کوسنا، ناحق ایذا دینا ہے، بیہودہ فضول بکنا، چیخنا چلانا، لڑنا، کسی بھی خلاف شرع کام میں مصروف ہونا یا منہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگل جانا، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے سے مبالغہ کرنا۔ یہ تمام امور مکروہات روزہ سے ہیں۔

اگرچہ ان باتوں کے ارتکاب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تاہم جب آدمی روزہ رکھ رہا ہے جو ایک قسم کی مشقت ہے۔ بھوک کی تکلیف اٹھا رہا ہے تو مذکورہ بالا چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ روزہ کے ثواب میں اضافہ ہو۔

ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا-

بھول کر کھانا پینا، جماع کرنا، بلا اختیار گرد و غبار دھواں، مکھی، یا مچھر کا حلق

میں چلا جانا بوقت غسل کان میں پانی کا پڑ جانا، خود بخود قے آ جانا، خواہ منہ بھر کر ہو۔ آنکھ میں دوائی ڈالنا، دن میں سوتے ہوئے احتلام ہو جانا، دانتوں میں جو چیز رہ گئی چنے کی مقدار سے کم ہو اس کو نگل لینا، تل دانتوں میں رہ گیا اس کو نگل لیا۔ بیوی کا بوسہ لیا۔ چھوا اور انزال نہ ہوا، ان سب صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ مسئلہ بحالت روزہ سرمہ لگانا سر اور بدن پر تیل ملنا، مسواک کرنا۔ خوشبو عطر وغیرہ سونگھنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ باتیں روزہ کو مکروہ نہیں کرتیں۔

روزہ کے مفسدات= کلی کرنے میں پانی حلق کے نیچے اتر گیا۔ ناک میں پانی ڈالنے میں دماغ تک چڑھ گیا قصداً منہ بھر کھانے، پت یا خون کی قے، منہ بھر قے خود آئی اور چنے برابر یا زیادہ نگل لی، چنے برابر یا زیادہ کھانا دانتوں میں اٹکا تھا نگل گیا۔ ناک میں دوا سڑک لی۔ کان میں دوا یا تیل ڈالا۔ حقہ لیا۔ صبح صادق کے قریب یا بھول کر جماع میں مشغول تھا۔ صبح ہونے پر یا یاد آنے پر الگ نہ ہوا۔ مباشرت فاحشہ کرنے، بوسہ لینے، چھونے سے انزال ہو گیا۔ حقہ بیڑی، سگریٹ، سگار وغیرہ پینے، پان کھانا اگرچہ پی کر تھوک دے، حلق تک نہ جائے، ان تمام صورتوں میں روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے، دانتوں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا۔ اگر تھوک غالب ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہوگا۔ قصداً دھواں پہنچایا خواہ وہ کسی چیز کا ہو اگر بتی سلگتی تھی اس کے دھوئیں کو ناک میں کھینچا، منہ میں رنگین ڈورا رکھا تھوک رنگین ہو گیا۔ اس کو نگل لیا یا منہ میں نسوار لی ان صورتوں میں روزہ جاتا رہا۔ قضا لازم ہے۔ مسئلہ کان میں تیل ٹپکا دیا یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا دوا لگائی اور دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکر، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیت کی تھی یا دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھا لیا یا روزہ کی نیت کی تھی۔ مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی۔ یا اس کے حلق میں مینہ کی بوند یا اولہ چلا گیا۔ بہت سے آنسو یا پسینہ نگل گیا۔ ان صورتوں میں صرف روزہ کی قضا لازم ہے۔ کفارہ نہیں۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن روزہ کی صورت میں نہ چاہیئے کہ تعریض علی الفساد ہے۔ ہاں اگر جوف دماغ یا جوف معدہ میں انجکشن سے دوا یا غذا العینہ پہنچے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قصداً اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے کھایا پیا یا جماع کیا۔ بھول کر کھا پی رہا تھا۔ روزہ یاد آنے پر یا سحری کھا رہا تھا۔ صبح صادق ہونے پر منہ کا نوالہ یا گھونٹ نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ قضا کفارہ دونوں واجب ہو گئے اسی طرح جس کو حقہ کی عادت ہو اس نے بحالت روزہ حقہ سگریٹ پیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

روزہ کا فدیہ = ہر روزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دینا۔

روزہ کا کفارہ= باندی غلام آزاد کرنا (یہ یہاں کہاں) تو پے در پے ساٹھ روزے رکھنا، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

صدقہ فطر= ہر ایسے مسلمان پر جو حاجت اصلیہ سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہے۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہے۔ صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

افطار= افطار میں جلدی سنت و موجب برکت ہے۔ غروب کا غالب گمان ہونے پر افطار کر لیا جائے۔ ابر میں جلدی نہ کی جائے، نماز سے پہلے افطار کریں۔ کھجور چھوارے، یہ نہ ہوں تو پانی سے، ان تینوں سے سنت ہے کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں۔ مرد جماعت کھانے کی وجہ

سے نہ چھوڑیں۔ وقت افطار یہ دعا پڑھیں۔ **اَللّٰھُمَّ اِنِّی لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔**

مسائل تراویح = ۲۰ رکعت تراویح ہر غیر معذور مرد و عورت کیلئے سنت ہے۔ مستورات گھر میں پڑھیں اور مردوں کیلئے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ نیت سنت تراویح کریں تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ قبل وتر پڑھیں یا بعد وتر پڑھیں۔ مسئلہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت بیٹھنا اور تسبیح و تہلیل یا درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ جامع الرموز میں تین بار اس تسبیح کا پڑھنا مستحب لکھا ہے۔ **سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَلْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَنَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ**

مسئلہ تراویح کے بعد لوگوں کو بیٹھنا ناگوار ہو تو نہ بیٹھیں۔ مسئلہ۔ تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھی جائیں تو جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا۔ مسئلہ۔ اگر اپنی مسجد میں ختم قرآن نہ ہو یا جماعت تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان خوش عقیدہ صحیح خواں متبع سنت ہو اور ان وجوہ سے مسجد محلہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائے تو جائز ہے۔ مسئلہ امام محلہ بد عقیدہ ہو تو دوسری مسجد جانا ضروری ہے۔ مسئلہ ایک امام کو دو مسجدوں میں پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ مسئلہ ایک امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ اگر کسی نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو اس کو وتر جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر چہ وتر ادا ہو جائیں گے۔

احکام اعتکاف = ۲۰ رمضان المبارک کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ یعنی تمام شہر کے یا تمام محلہ کے مسلمانوں سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے۔ گا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے گو ثواب سے محروم رہیں گے۔ لیکن ترک سنت کا الزام کسی پر نہ رہے گا۔ مسئلہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہیے جس میں پنج وقتہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ مسئلہ بعد نیت اعتکاف حد مسجد سے نکلنا۔ بجز انسانی حاجتوں اور شرعی ضرورتوں کے حرام ہے۔ مسئلہ انسانی حاجتیں پیشاب، پاخانہ اور نہانا ہے (اگر نہانے کی حاجت ہو) اور استنجا کرنا اور وضو کرنا ہے مسئلہ اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے واسطے بعد مغرب گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا گھر سے لائے اور مسجد میں کھائے مسئلہ اور حاجات شرعی نماز جمعہ ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ کو ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر چار سنتیں پڑھ کر خطبہ سن لے اور بعد، چھ رکعت سنت پڑھے۔ بلا ضروریات مذکورہ معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا مکروہ ہے مگر جب تک کہ آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے گا اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ اعتکاف میں معتکف کو کھانا پینا سونا، دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا مسائل دینی کا بیان کرنا، بزرگان دین انبیاء کرام کے حالات بیان کرنا۔ اگر ضرورت پڑے تو بغیر لائے مال کے مسجد میں خرید و فروخت جائز ہے۔

لیلۃ القدر = سال کی راتوں میں شب قدر افضل ترین ہے۔ رمضان کی ستائیسویں شب ہے اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصی طور پر متوجہ نمائش ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن ذکر الٰہی، درود شریف کی کثرت کیجئے۔

جتنی توفیق ہو نفل پڑھیے اور اس رات میں کثرت سے یہ وظیفہ پڑھیے جو کہ حضور نے حضرت عائشہؓ کو تعلیم فرمایا تھا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی ۔ (ترمذی)

سید المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ وہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے۔ سورہ قدر میں اس کی جانب دو طرح اشارہ فرمایا اول یہ کہ سورہ قدر تیس کلموں پر مشتمل ہے۔ ان میں ستائیسواں کلمہ لفظ ہی ہے جو لیلۃ القدر کی تعبیر ہے۔ دوسرے یہ کہ سورہ قدر میں نو حروف مکتوبی ہیں اور لفظ لیلۃ القدر کو سورہ قدر میں تین مرتبہ بیان فرمایا نو کو تین میں ضرب دینے سے ستائیس حاصل ہوئے۔ اس کو شب قدر اس واسطے کہتے ہیں کہ اس شب میں جو نیک اعمال کئے جاتے ہیں۔ ان کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس شب میں ایک نیک عمل کا ثواب انتیس ہزار اعمال کے ثواب سے زیادہ ہے جو دوسرے اوقات میں کئے جائیں۔

چونکہ صراحۃً کسی حدیث میں متعین نہیں فرمائی گئی۔ اس لیے صحابہ وعلماء نے اپنے علم کے اعتبار سے مختلف تاریخیں بیان فرمائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی اوپر گزرا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ رمضان ہی میں ہوتی ہے اور اکثر و بیشتر رمضان کی آخری دس تاریخوں میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں بعد نماز عشاء سات مرتبہ سورہ انا انزلنا پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کیلئے جنت کی دعا کریں گے اور جو شخص جمعہ کے دن نماز سے پہلے اس کو تین مرتبہ پڑھے گا تو اس کے نامہ اعمال سے ان لوگوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی جنہوں نے اس دن نماز جمعہ ادا کی۔

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ جو شخص اس شب میں چار رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ الحمد شریف کے بعد سورۃ الھاکم التکاثر ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ۔ تو اللہ تعالیٰ موت کی سختی آسان فرمادے گا اور اس سے عذاب قبر دور کردیا جائے گا اور جنت میں نور کے چار ستون ملیں گے۔ ہر ستون پر ایک ہزار محل ہوں گے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ شب قدر میں فرشتوں کی جماعتیں یکے بعد دیگرے نازل ہوتی ہیں اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لاتے ہیں۔ انکے ساتھ چار جھنڈے ہوتے ہیں۔ ایک کو سید عالم ﷺ کے روضہ پاک پر نصب فرماتے ہیں۔ دوسرے کو بیت اللہ شریف پر تیسرے کو بیت المقدس پر چوتھے کو کوہ طور پر نصب فرماتے ہیں اور ہر مؤمن مرد وعورت کے مکان میں داخل ہو کر اس کو سلام فرماتے ہیں۔ مگر ہمیشہ شراب پینے والے اور خنزیر کا گوشت کھانے والے اور رشتہ قطع کرنے والے اس سلام سے مشرف نہیں کیے جاتے۔ دوسرے فرشتے بھی ہر اس بندے کو سلام کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔

ابوالحسن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب سے بالغ ہوا ہوں رمضان شریف میں شب قدر پاتا ہوں۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر پہلی تاریخ رمضان کی اتوار یا بدھ کو ہوتی ہے تو شب قدر انتیسویں کو ہوتی ہے۔ اور جب پیر کو پہلی ہوتی ہے تو اکیسویں شب کو شب قدر ہوتی ہے اور جمعہ یا منگل کی پہلی ہو تو ستائیسویں کو شب قدر ہوتی ہے۔ اور جمعرات کی پہلی ہوتی ہے تو پچیسویں رات کو لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن اکثر احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔

جمعۃ الوداع = حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جمعہ کا دن سید الایام اور تمام دنوں سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا

جس شخص کا یہ دن سلامتی و رحمت اور عبادت و ریاضت میں گزرا اللہ تعالیٰ اسے ہفتہ بھر کی آفات و بلیات سے محفوظ رکھے گا ایک حدیث میں ہے **اَلْجُمُعَۃُ عِیْدُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ** جمعہ مسلمانوں کی عید ہے۔ جمعے اور عید میں بہت سے امور مشترک ہیں۔ جمعے کے دن غسل کرنا۔ اُجلا لباس پہننا اور خوشبو لگانا سنت ہے اور یہ چیزیں عید کے دن بھی مسنون ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں میں باجماعت دو دو رکعت ہیں دونوں میں اجتماعیت ہے اور خطبہ لازمی ہے۔ جمعے کی قضا ہے نہ عید کی اگر جماعت فوت ہو جائے تو تنہا آدمی جمعہ ادا نہیں کر سکتا جمعہ قضا ہو جائے تو ظہر پڑھی جائے۔ قرآن مجید میں جمعہ کے احکام سورۃ جمعہ میں بیان ہوئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ساعت آتی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں وہ ساعت نماز عصر کے بعد آتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے۔ جو عصر کی نماز سے فراغت کے بعد مغرب کی نماز کے انتظار میں لگا رہے۔ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اپنے مقصد کو پیش نظر رکھے۔ یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جمعہ کی نماز کی ادائیگی کیلئے سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اونٹ کے صدقہ کے برابر ثواب دیتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر جانے والے کو گائے کے صدقہ کے برابر تیسرے نمبر جانے والے کو مینڈھے کے برابر۔ چوتھے نمبر پر جانے والے کو مرغی کے صدقہ کے برابر اور پانچویں نمبر جانے والے کو ایک انڈھے کے صدقے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جب خطیب خطبہ پڑھنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے بھی سننے کیلئے مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ صرف جلدی جانیکا ثواب ہے اور نماز کا ثواب الگ ہے اور وہ بہت زیادہ ہے۔ ارشاد رسالت مآب ہے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنے والے کے وہ تمام گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوتے ہیں بخش دیئے جاتے ہیں۔

جمعۃ المبارک کسی بھی ہفتے کا ہو مؤمنوں کیلئے باعث برکت و رحمت اور موجب نجات و مغفرت ہے۔ لیکن رمضان المبارک کا آخری جمعہ جو جمعۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ نور علیٰ نور اور قرآن السعدین ہے۔ جمعۃ الوداع مسلمانوں کی عظمت و شوکت ہے ہیبت و جلالت کا عظیم مظہر ہے۔ اس دن لوگ درنبوہ جامع مساجد کی طرف اللہ تعالیٰ عزوجل کا نام بلند کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ ایسے میں ملائکہ انہیں اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور حریم ناز سے رحمت و مغفرت کی بارش ہوتی ہے۔ جمعۃ الوداع کا یہ مبارک دن بلاشبہ دعاؤں کی مقبولیت کا دن ہے۔ اس دن امت مسلمہ کی فلاح و بہبود اور عالم اسلام کے عزت و غلبہ کیلئے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ جمعۃ الوداع کی قضا عمری کے دو نفل سے ادا نہیں ہو سکتیں اس کیلئے بہر حال ان فوت شدہ نمازوں کی قضا ضروری ہے۔

قضاء عمری = بعض لوگ اس دن قضاء عمری نام کی کوئی نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ انکے خیال میں عمر بھر کی قضائیں دو رکعت نفل سے ادا ہو جاتی ہیں۔

عوام میں یہ خیال نا معلوم کیسے اور کہاں سے رواج پا گیا بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ جمعۃ الوداع کی قضا عمری کے دو نفل سے ادا نہیں ہو سکتیں اس کیلئے بہر حال ان فوت شدہ نمازوں کی قضا ضروری ہے۔

عید کی سنتیں = غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عید گاہ کو پیادہ جانا۔ ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے واپس ہونا، عید الفطر میں عید گاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانا (اسی بناہ پر ہمارے ملک میں

سویاں مروج ہیں کہ کھانا شیریں ہو اور سنت بھی ادا ہو جائے) اور عید الضحیٰ میں قبل نماز کچھ نہ کھانا سنت ہے۔

مباحات اور مستحبات= صدقہ کی کثرت کرنا، باہم ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا۔

عید کی نماز کا وقت= عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازیں عیدین= عید کی دو رکعت نماز ہر عاقل بالغ مقیم تندرست پر شہر میں واجب ہے۔ گاؤں میں عید اور جمعہ کی نمازیں جائز نہیں مگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شرعاً شہر کا حکم رکھتے ہیں۔ ان میں جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عیدین میں سنت، دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہے اور یہاں نماز کے بعد اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ نہ پڑھا۔ یا نماز سے قبل پڑھ لیا۔ دونوں صورتوں میں نماز تو ہو گئی مگر یہ شخص گنہگار ہوا۔

کلمات تکبیر = اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط۔ نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر نماز کے فوراً بعد یہی تکبیر ایک بار کہنا واجب اور تین بار کہنا افضل ہے۔ اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

ترکیب نماز عید الفطر = نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے کعبہ شریف کیطرف منہ کر کے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء پڑھے پھر دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتے ہوئے چھوڑ دے۔ تیسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریق معہود ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے۔ چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطبہ کی آواز پہنچے خواہ نہ پہنچے۔ بعد خطبہ دعا مانگیں، سلام مصافحہ و معانقہ کریں۔

صدقہ فطر = ہر صاحب نصاب پر اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے ۲ سیر تین چھٹانک گندم واجب ہے۔ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے، نابالغ اور مجنون مالک نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سرپرست انکے مال سے ادا کرے۔ صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو خلل واقع ہوا اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ عورت مالک نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ صدقہ فطر فجر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے جو اس سے پہلے مر گیا اس سے صدقہ واجب نہیں۔ اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ واجب ہے۔ روز عید سے پہلے بھی صدقہ فطر کا دینا جائز ہے۔ وہ بوڑھا یا مریض جس سے روزہ ساقط ہو گیا ہے۔ صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے۔ مستحب یہ ہے کہ فطرانہ عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

شوال کے روزے= حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اس کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ان روزوں کا متفرق رکھنا افضل ہے اور اگر متواتر چھ روزے رکھ لیے تو بھی حرج نہیں۔

قرآن پاک .... بہترین دستور حیات

پروفیسر محمد حسین آسی

قرآن کریم کا یہ دلکش ترین اور فصیح و بلیغ ترین انداز بیان ایک دو یا چند سورتوں اور مضمونوں تک محدود نہیں بلکہ ایک ایک سورت، بلکہ ایک آیت بلکہ ایک ایک کلمے میں جلوہ گر ہے۔ مگر یہی سب کچھ نہیں، بلکہ یہ بہترین منشور زندگی اور دستور حیات بھی ہے۔ جس قوم میں نازل ہوا، وہ تمدن کے دور اور تہذیب سے قطعاً نابلد تھی بہترین لسانی فضیلتوں سے آراستہ ہونے کے باوجود بدترین اخلاقی قباحتوں میں مبتلا تھی ساری دنیا کو عجم (گونگا) سمجھنے والے تعلیم و تربیت کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ شرک و بت پرستی کا دور دورہ تھا انسان عقل و شعور سے اس حد تک عاری ہو چکا تھا کہ اپنے ہاتھ سے گھڑی ہوئی پتھر کی مورتیوں کو بھی اپنا خدا سمجھ لیتا تھا۔ کعبہ مکرمہ جسے اللہ کا سب سے پہلا گھر ہونے کا شرف حاصل ہے، 360 بتوں کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ اس کا طواف بالکل ننگے ہو کر کرنا ان کے نزدیک عظیم عبادت و سعادت تھی۔ بدامنی، طوائف الملوکی، افراتفری، ظلم و ستم نے مہر و وفا اور صدق و صفا کے چراغ گل کر رکھے تھے، شراب نوشی، جوا بازی، سود خوری اور سفاکی و انسان دشمنی گویا گھٹی میں داخل تھیں۔ صرف جزیرہ نما عرب کی یہ کیفیت نہیں تھی، ساری دنیا جہالت و ذلت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

قرآن کریم نے عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاشیات و سیاسیات غرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ہر مسئلے کا حل بتایا اور حیات انسانی کے کسی پہلو کو اصلاح سے محروم نہیں رکھا۔ حضور ہادی اعظم ﷺ نے پھر اسے عملاً نافذ کر کے دنیا کو الہامی دستور العمل کی برکات سے آشنا کیا۔

قرآن کریم کے مقابلے میں وہ کتابیں جنہیں مختلف مذاہب کے علمبردار الہامی قرار دیتے ہیں، کیا ایسا مجموعہ قوانین پیش کر سکتی ہیں اور انسانی رہنمائی کے زریں اصول جو کثیر تعداد میں اس کتاب حکیم نے سکھائے ہیں۔ کیا ان سے نصف چوتھائی بلکہ سینکڑویں ہزارویں حصے کے برابر بھی کسی اور کتاب میں موجود ہیں۔ (فقہاء و مجتہدین نے ایک ایک آیت سے جو سینکڑوں مسائل اخذ کئے ہیں، انہیں سامنے رکھا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے۔

قرآن کریم کی اس وسیع ترین رہنمائی کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زندگی کے کسی شعبے کے بارے میں بھی اس نے جو قانون دیا ہے کیا اس سے بہتر یا کم از کم اس جیسا کوئی قانون دنیا کی کسی نام نہاد الہامی یا غیر الہامی کتاب میں موجود ہے۔ نیز قرآن حکیم کے ضابطہ حیات نے انسانوں کی زندگی میں جو انقلاب برپا کیا ہے کیا اس سے بہتر یا ایسا انقلاب کسی اور کتاب یا دستور حیات کے ذریعے بھی رونما ہوا۔ نہیں ہرگز نہیں، تاریخ اس پر شاہد عادل ہے کہ صاحب قرآن ﷺ کی بعثت اور اس کتاب کے

> جو لوگ اپنی ہی بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے کو حق پدری سمجھنے کے عادی تھے۔ کائنات بھر کیلئے لطف و رحمت کا مجسمہ بن گئے۔

نزول سے کائنات کی کایا پلٹ گئی اور زندگی کی شب تاریک سحر آشنا ہوگئی۔ وہ لوگ جو شراب، جوا اور زنا کے رسیا تھے دیکھتے ہی دیکھتے صالحیت کا پیکر جمیل بن گئے جو لوگ اپنی ہی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کو حق پدری سمجھنے کے عادی تھے۔ کائنات بھر کیلئے لطف ورحمت کا مجسمہ بن گئے۔ جنکے ہاں معمولی سی بات پر قتل وغارت کا بازار سالہا سال تک گرم رہتا تھا، اخوت کے رشتے میں جڑ گئے۔ وہ بدو جنہیں تہذیب وتمدن سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ چند ہی ایام میں ساری دنیا کو تہذیب وتمدن سکھانے کے اہل قرار پائے قرآن کریم نے ظالموں کو ظلم سے روکا اور مظلوموں کا حوصلہ بندھایا، آقاؤں کو خواجگی کا سلیقہ سکھایا اور غلاموں کی آزادی کے راستے کھولے، شہ زوروں کو عجز وانکسار کا سبق دیا تو کمزوروں کو پاؤں پر کھڑا ہونے کی سکت بخشی، حکمرانوں کو محکوموں کا خادم بنایا اور محکوموں کو احساس کمتری سے بچا کر محض کلمہ حق کی سربلندی کیلئے حاکموں کی اطاعت کی تلقین کی۔ یہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کا فیض تھا کہ جس سے سوئی ہوئی رعایا کا پہرہ دینے والے حاکم، مفتوحین کو غلامی کی بجائے آزادی کا پیغام دینے والے فاتح، بندہ وصاحب کو ایک جیسا انصاف دینے والے قاضی، جابر سلطان کے منہ پر سچی بات کہہ دینے والے مجاہد، خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے والے محقق اور ناسوت سے اٹھ کر لاہوت وہاہوت کی سیر کرنے والے عارف تیار ہوئے اور پھر کسی نہ کسی حد تک ابھی تک سلسلہ خیر جاری ہے۔

قرآن حکیم کا نظام حدود وتعزیرات تھا جس کی برکت سے چوری، ڈاکا، قتل وغارت اور تخریب کاری وبدامنی کا نام ونشان تک محو ہوگیا اور جس علاقے میں بھی یہ الہامی قانون نافذ ہوا امن وامان کا گہوارہ بن گیا۔ بیواؤں اور یتیموں کے حقوق لوٹنے والے سہم گئے اور ماؤں بہنوں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والے ان کے محافظ بن گئے۔

> ایک مسجد کے اندر اگر سو افراد مشغول عبادت ہیں تو ان میں سے پچانوے افراد کو قطعی یقین ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور ان میں پانچ افراد ایسے ہیں جو قدرے کم یقین رکھتے ہیں۔

یہ قرآن کریم کا بخشا ہوا نظام زکوۃ تھا جس نے معاشی ناہمواریوں کو یکسر ختم کر کے مالک ومزارع اور خواجہ ومزدور کو ایک دوسرے کا بہی خواہ غمگسار اور مفادات کا نگہبان بنا دیا۔ جس کی برکت سے سائل ومحروم امراء کے احوال میں حقدار ٹھہرائے اور وسائل دولت کی منصفانہ تقسیم کا آغاز ہوا۔ اس نے سود کے خونخوار رواج کو حرام قرار دے کر جائز بیع وتجارت، صدقہ وخیرات اور قرض حسن کی ترغیب دی۔

یہ قرآن حکیم کا معاشرتی نظام تھا جس سے مشائخ ووالدین، اولاد ورشتہ دار، ہمسایہ وغیر ہمسایہ کے حقوق متعین ہوئے اور پھر حقوق العباد کے ادا کرنے والوں کو جنت ومغفرت کی نوید سنائی گئی۔ آج مغرب کی اپنی مادی وسائنسی ترقی پر ناز ہے مگر اس کے باوجود قرآن کے معاشرتی نظام سے محروم ہونے کی بنا پر زبردست افراتفری اور نفسی نفسی کا شکار ہے۔ سائنسی ایجادات وآلات نے مہر ومروت کے پاکیزہ جذبات کچل کر انسانیت کو گور کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ بوڑھے والدین کیلئے جوان اولاد کا سہارا خواب وخیال بن کر رہ گیا ہے۔ اور اجتماعی ضرورت کے تحت بنائے گئے Elders Home میں منتقل کردیا جاتا ہے۔ انگلینڈ میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے

1990ء میں اسلام قبول کیا۔ انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی Why I accepted Islam جس میں اپنے اسلام قبول کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں۔ غلام مرتضیٰ سعید صاحب نے اس کا ترجمہ کیا جس کی پہلی قسط اخبار اہلسنت، بابت مئی جون 1990ء میں شائع ہو چکی ہے (الحمد اللہ! اصل کتاب بھی ہمارے پاس موجود ہے۔) اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

> جب میں مسلمان خاندانوں سے ملا تو ان کے بچے بڑے دل موہ لینے والے تھے۔ آپ ان سے واقعی کسی گستاخانہ جواب کے بغیر بات کر سکتے ہیں۔

(۱) جیسا کہ آپ میری عمر سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اسلام کی طرف میرا سفر براہ راست اور فوری نہیں تھا۔ بچپن میں میری تربیت مدرساتی عیسائیت میں ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں کیتھولک ازم سے (جبکہ لیورپول سخت کیتھولک دشمن تھا) دلچسپی رکھتا تھا لیکن میں نے اسے اس لئے مسترد کر دیا کہ وہ غریبوں کی مدد اور دنیا کو ایک بہتر مقام میں بدلنے کے حوالے سے غیر متوازن رویہ رکھتا تھا۔ تب میں اشتراکیت اور لیبر پارٹی سے وابستہ ہوا یہاں تک کہ مجھے احساس ہو گیا کہ ان کے پاس غریبوں کی مدد اور دنیا کو ایک بہتر مقام میں بدلنے کیلئے کوئی چیز نہیں۔ تب میں مارکسیت میں بالخصوص دلچسپی لینے لگا لیکن میں نے کبھی ایسی مارکسی تنظیم یا گروہ نہیں پایا جو غریبوں یا دنیا کے حوالے سے کوئی قدر و قیمت رکھتا ہو۔

(۲) اگر آپ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو وہاں ایسے افراد کی کمی نہیں ہوگی جن سے آپ مل سکتے ہیں اور جنہیں آپ اپنے ایمان میں حصہ دار بنا سکتے ہیں۔ میرے محسوسات یہ ہیں کہ ایک مسجد کے اندر اگر سو افراد مشغول عبادت ہیں تو ان میں سے پچانوے افراد کو قطعی یقین ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور ان میں پانچ افراد ایسے ہیں جو قدرے کم یقین رکھتے ہیں۔

یہ عیسائیت کے حوالے سے میرے تجربے سے بالکل برعکس تھا۔

جو کچھ میں نے دیکھا وہ یہ ہے کہ چند افراد چرچ جاتے ہیں اور ان افراد کی اکثریت اس پر یقین رکھتی تھی جو وہ سنتے یا کرتے تھے۔ لوگ سماجی رسم کے طور پر چرچ جاتے تھے یا دکھلاوے کیلئے یا پھر گپ شپ کرنے اور اس سے بھی بری چیز کہ وہ کاروبار کیلئے جاتے یا آجر کو خوش کرنے کیلئے مجھے کم و بیش یہی بتایا گیا کہ ایمان بچوں اور بوڑھی عورتوں کیلئے ہوتا ہے نہ کہ ایسے نوجوانوں کیلئے جو دنیوی معاملات سے باخبر ہوں۔ سکول میں مذہب کی تعلیم دینے والے ترقی پسند قسم کے استادوں کے ہاں جناب مسیح کے معجزات کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب نشریاتی ادارے جناب مسیح کی توہین کرتے ہیں اور ایسی فلمیں دکھاتے ہیں جن میں انہیں بے حیائی کے کاموں میں مصروف دکھایا جاتا ہے۔ تو عیسائی کچھ نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پرواہی نہیں کرتے۔ لیکن مسلمان واقعی کھرا ایمان رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے رسول ﷺ کی اہانت کرتا ہے تو سخت پریشانی سے دو چار ہوتا ہے۔ تمام مسلمان ممالک میں موجودہ حکومتیں توہین آمیز سرگرمیوں کے اعلان پر مذہبی طبقوں کی طرف سے خوف کا شکار ہوتی رہتی ہیں اور کھلی تنقید کو روکنے کیلئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔ ایک انگریز بشپ کی کون سنتا ہے۔ مسلمان دوستوں میں موجود اس گہرے خلوص نے مجھے بہت متاثر کیا۔

(۳) ثانیاً میں ہمیشہ حیران تھا کہ مسلمان جنہیں میں جانتا ہوں کتنے

> اگر آپ ان سے ملنے جاتے ہیں تو آپ کو کسی چیز کی پیشکش نہیں ہوگی یا پھر ایک گھنٹہ بعد ایک بسکٹ اور ایک کپ چائے دیا جائے گا۔ (عیسائی)

اچھے ہیں۔ اسلام ان عمدہ قسم کی شخصی خصوصیات سے مطابقت رکھتا ہے۔ وہ کتنے فیاض تھے۔ وہ کتنے ہمدرد تھے وہ کتنے شفیق تھے۔ انگریز معاشرے میں ذاتی تعلقات میں جمع تفریق کا عادی تھا۔ وہاں لوگ فراخ دل نہیں تھے۔ وہ کوئی چیز نہیں دیتے تھے۔ وہ شراب کا ایک دور خریدتے اور پھر اس وقت تک انتظار میں رہتے کہ دوسرے تمام لوگ باری باری شراب خریدیں اور بدلے میں انہیں پلائیں۔ لوگ دوستی خریدتے اور بیچتے تھے۔ اگر آپ ان سے ملنے جاتے ہیں تو آپ کو کسی چیز کی پیشکش نہیں ہوگی یا پھر ایک گھنٹہ بعد ایک بسکٹ اور ایک کپ چائے دیا جائے گا۔۔ (عیسائی) جس ماحول کا میں عادی تھا وہاں جنگ تھی، سب کی جنگ اور سب کے خلاف، پھر مسلمانوں کی تقریبات میں گیا۔ وہاں اعلیٰ معیار معقول مقدار میں کھانا مفت فراہم کیا جاتا تھا۔ مجھے میں لوگ مہربان، خلیق اور ہمدرد دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں ایک والہانہ ماحول تھا جو کہ انگریزی تقریبات کی سردمہری سے کہیں زیادہ مختلف تھا۔۔ جب میں مسلمان خاندانوں سے ملا تو ان کے بچے بڑے دل موہ لینے والے تھے۔۔ آپ ان سے واقعی کسی گستاخانہ جواب کے بغیر بات کر سکتے ہیں۔ انکے ننھے منے سر خوب صورت بچگانہ خیالات سے بھرے ہوئے ہیں نہ کہ ان عجیب وغریب، بیہودہ اور ذہنی طور پر الجھے ہوئے (انگریز) بچوں کی طرح جنہیں میں ملا تھا۔ مسلمانوں کے بچے ہشاش بشاش نظر آتے تھے اور وہ تھے بھی خوش۔ وہ ان ننھے منے (انگریز) وحشیوں سے کہ جنہیں میں جانتا تھا کس قدر مختلف تھے۔

(۴) بلاشبہ یہاں ایسے مسلمانوں کی کمی نہیں جن سے احمقانہ حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ میرے حافظے میں کئی ایسے لمحات محفوظ ہیں جب مسلمان بدتمیز اور قابل گرفت تھے لیکن میں ان لمحات کو بھلا دینا چاہوں گا مگر جس چیز نے مجھے حیران کیا وہ ان کا مجھ سے معذرت کرنا تھا اور معذرت بھی مجھ سے فوراً کی گئی۔ انگریز لوگ کسی سے معذرت کرنا کمزوری کی ایک ناقابل معافی علامت تصور کرتے ہیں۔۔۔

(۵) ثالثاً جس چیز نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا وہ ان کا بے حد خوش ہونا تھا۔ اگر کوئی شخص یہ جانچنا چاہے کہ عقائد کا کون سا نظام اپنے ماننے والوں کو زیادہ خوش کرتا ہے تو اسلام سب سے اوپر ہوگا۔ میں انگریز معاشرے سے آیا ہوں اور اس معاشرے کی شدید سوگواری نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ لوگ بہت زیادہ غمزدہ اور مصائب کا شکار ہیں۔ وہ زندگی کی بے مقصدیت کے چبھتے ہوئے احساس کے باعث اذیت میں ہیں۔ وہ اپنے آپ سے، اپنی بیویوں سے اپنے شوہروں سے اپنے کاروبار سے اور زندگی میں اپنے منصب سے اکتائے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی وجہ خود غرضی اور تنہائی ہے۔ جو یہ سب کچھ پیدا کرتی ہے۔ تیز زیادہ سے زیادہ مادی اشیاء پر تصرف کی کوشش زندگی کی بے مقصدیت اور کھوکھلے پن کے احساس کو مزید تیز کرتی ہے۔ مادی اشیاء سے حقیقی مسرت صرف اسی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی ان میں حصہ دار بنایا جائے اور یہ اشیا دوسرے لوگوں کو بھی دی جائیں بلکہ سب سے اعلیٰ چیز تو یہ ہے کہ انہیں انسانوں کے مقابلے میں تولا ہی نہ جائے۔ انگریز ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کرتے۔ مسلمان معاشرے میں ذہنی بیماریوں کی شرح کم ہے۔ جس کا سبب شراب نوشی سے پرہیز ہے۔ مسلمان قانون کے حوالے سے بڑے مشہور ہیں میرے خیال میں اس کا سرچشمہ شدید بے سکونی کی عدم موجودگی ہے جو کہ غیر مسلم معاشرے میں پائی جاتی ہے۔۔ موت کے خوف نے جدید امریکہ کو باوجود وہاں کی تجہیز و تکفین کی رسومات اور دائمی زندگی کے حصول کیلئے جادو اثر دواؤں کی تلاش کے، جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ مسلمانوں میں میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو موت کے مسئلے میں کسی پریشانی کا شکار ہو حالانکہ یہ چیز غیر مسلم

معاشرے میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ انگریز معاشرت کی ایک خوبی یہ ہے کہ مذہب وہاں جس انداز میں موجود ہے وہ لوگوں کو مزید غمزدہ کرتا ہے۔ عیسائیت سے متعلق میری یادداشت میں کئی ایسے لوگ شامل ہیں جو غم کے باعث پاگل یا پھر دوزخ کی آگ کے ڈر سے نیم پاگل ہو گئے ہیں۔ اسلام میں یہ چیز مفقود نظر آتی ہے حالانکہ یوم حساب مسلمانوں کے ہاں ایک اٹل حقیقت ہے۔ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک خدا برطانیہ کے سب سے احمق مجسٹریٹ سے بھی زیادہ غیر منصف ہے" (نعوذ باللہ)

یہ ہے انگلینڈ میں مسلم اور عیسائی معاشرت کا فرق جس کا نقشہ ایک چشم دید گواہ نے مندرجہ بالا سطور میں کھینچا ہے۔ تہذیب مغرب کے عشاق اپنی غلامانہ ذہنیت کے تحت ہمارے سامنے جو اس کی چمک دمک کا ذکر کرتے رہتے ہیں، محض حق نمک ادا کرتے ہیں وہاں اصل بات یہی ہے جس کی بنا پر مسیحی فضا میں آنکھ کھولنے والے جویائے حق کو اسلام ہی کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔ جن مسلمانوں سے اسے میل جول کا موقعہ ملا ہے۔ وہ غوث، قطب وغیرہ نہیں بلکہ ہم جیسے عام مسلمان ہیں مگر پھر بھی صاحب قرآن ﷺ کی غلامی اور قرآن سے کچھ نہ کچھ وابستگی سے بھی اپنے تاثرات کا لوہا منوالیا اور ایک کافر کو بندہ اسلام بننے پر مجبور کر دیا۔

غور فرمایئے انسان کیلئے زندگی کی بے مقصدیت کا تصور کتنا ہولناک اور تباہ کن ہے اور دور حاضر کا انسان اپنی ساری علمی و سائنسی ترقی کے باوجود اسی دولت سے محروم ہے تو ترقی چہ معنی دارد۔ قرآن کے اسی احسان کو سامنے رکھ لیا جائے۔ کہ اس نے بے مقصدیت کے تصور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے اسی کی عظمت واہمیت کا کیا اہم ثبوت ہے۔ سوچئے اس نے کس جھنجھوڑ نے والے انداز میں بنی نوع انسان سے فرمایا۔

احسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لاترجعون۔ (المؤمنون۔ ۱۱۵)

ترجمہ۔ تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے نزدیک عیسائی معاشرے کی بے چینی کا اہم سبب زیادہ سے زیادہ مالی ومادی وسائل پر قبضہ کرنے کی روز افزوں خواہش ہے اور قرآن پاک نے اسی کو "تکاثر" فرما کر اسے غفلت انسانی کا سبب قرار دیا ایک شخص دوسرے کے حقوق لوٹتا ہے تو بھی اسی کے زیر اثر اور ایک قوم دوسری کی آزادی سلب کرنا چاہتی ہے تو بھی اس ناپاک وملعون خواہش کے باعث کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا میں جو قیامتیں برپا ہیں ان کے پیچھے بھی شیطانیت کارفرما ہے۔ اور یہی دنیا کی بدامنی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اچھی معاشرت ہی سے اچھی سیاست پھوٹتی ہے۔ دور حاضر میں امریکہ اور یورپ کی جمہورت کا چیمپئن سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ مغربی جمہوریت اس قرآنی جمہورت کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے جس نے حاکم ومحکوم کو بالکل ایک جیسے حقوق عطا فرمائے تھے۔ جس میں میرٹ (Merit) ہی اصل سفارش تھا۔ بیوروکریسی کو کھیل کھیلنے کی قطعاً اجازت نہیں تھی۔ عمال واعیان حکومت پر عوام سے کہیں زیادہ پابندیاں تھیں۔ خلافت وامارت زہد وتقویٰ کے نازک ترین تقاضوں کو پورا کرنے کا نام تھا۔ تنخواہ دار وزیروں کی فوج ظفر موج کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کمزور جب تک اس کا چھینا ہوا حق نہ لوٹا یا جاتا، قوی سمجھا جاتا اور قوی کو جب تک اس کے ظلم کی سزا نہیں ملتی تھی کمزور سمجھا جاتا (جیسا کہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے اولین خطبے میں اپنی حکومتی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا) مال غنیمت میں خلیفہ اور عام سپاہی کا حصہ برابر تھا ورنہ ایک کمزور بڑھیا کو بھی اعتراض کرنے کا حق تھا (جیسا کہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بڑھیا نے غلط فہمی کی بنا پر

ایسا کیا اسے باقاعدہ مطمئن کرایا گیا) منصب خلافت ملک کے امن وسکون کا ضامن تھا اور خلیفہ محض اپنی جان کی خاطر دوسروں کو باہمی قتل وغارت کی اجازت نہیں دیتا تھا (جیسا کہ خلیفہ ثالث کی شہادت سے ظاہر ہے) حکومت کا اپنا مقرر کردہ قاضی بھی عدل وانصاف کے آئینی تقاضوں کے تحت خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ سنا دیتا تھا تو اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی اور اس طرز عدالت کو اسلام کی عزت وبقا کیلئے ضروری سمجھا جاتا تھا (جیسا کہ خلیفہ چہارم کرم اللہ وجہہ کے تعینات کردہ چیف جسٹس نے آپ ہی کے خلاف ایک یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا تھا) اگر کوئی معزز سردار یا گورنر کسی گمنام بدو کو تھپڑ رسید کر دیتا تھا تو حکومت کی طرف سے اس کا بدلہ بھی لیا جاتا تھا۔ قحط کے دنوں میں اگر عوام کو گھی نہیں ملتا تھا تو خلیفہ خود بھی اس سے کنارہ کش رہتا تھا۔ حکومت کا سربراہ چوکس چوکیدار کی طرح پہرہ دیتا اور محتاجوں کے گھروں میں اپنی پیٹھ پر آٹا لاد کر پہنچاتا تھا۔ محاذ جنگ سے سپاہیوں کے خطوط آتے تو خود گھر پہنچاتا اور گھر کے دروازے پر بیٹھ کر ان کے جواب بھی لکھ دیتا۔

وہ معاشرہ جو قرآن اور صاحب قرآن (ﷺ) کے فیض سے محروم ہے۔ کیا ایسی معاشرت، عدالت، طرز حکومت وسیاست کا تصور کر سکتا ہے۔ دنیا بھر کے مختلف اقوام وملل کے مجموعہ ہائے قوانین کی ایک ایک شق دیکھ لیجئے پھر کتاب وسنت کے قوانین وضوابط کو بھی ملاحظہ کیجئے۔ یقیناً جس طرح قرآن پاک کی ایک سورت کا جواب بھی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے محال ہے یونہی اسلامی ضابطہ حیات کی کسی ایک شق اور جزیئے کی نظیر بھی نا ممکن ہے۔

قرآنی سزائیں = بعض نفس پرست اور دوں ہمت لوگ قرآن حکیم کی سزاؤں کے خلاف پروپیگنڈا کراتے ہیں اور انہیں موجودہ دور کے تقاضوں کے منافی ظاہر کرتے ہیں بلکہ جو زیادہ منہ پھٹ ہیں انہیں وحشیانہ قرار دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسی سوچ بدترین جہالت وسفاہت بلکہ مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے اگر آپ معاشرے سے لوٹ مار، قتل وغارت اور بدامنی ودہشت گردی کا خاتمہ چاہتے ہیں تو قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں پر سخت ہاتھ ڈالئے اور کسی قاتل ودہشت گرد کو معاشرے کا امن وسکون برباد کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہ دیجئے اگر قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا تو قتل وغارت کا بازار گرم ہو جائے گا اگر چور سے درگزر کرتے ہیں تو چوری کی وارداتوں میں اضافے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا بگڑا ہوا آدمی اگر نہ پکڑا جائے گا تو سارے معاشرے کو بگاڑ دے گا ظالم پر رحم کرنا دراصل مظلوم پر ظلم کرنے کے مترادف ہے اور یتیموں، بیواؤں اور بیکسوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں سے رعایت برتنا دراصل انکے ظلم وستم کی زد میں آنے والوں کی امن پسندی سے سنگین مذاق ہے ایک اور مجرموں کو معاف کر کے پوری قوم کو سزا دینا انصاف کا تقاضا ہے نہ عقل ودانش کا اسے کسی صورت عفو واحسان بھی نہیں کہا جا سکتا آپ سچے دل سے تائب ہونے والے سے اپنا ذاتی انتقام نہ لیں تو الگ بات ہے مگر کمزوروں اور بے کسوں پر زیادتی کرنے والوں کو معاف کرنے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے ہاں ہاں، وہ شخص کیسا رحمدل

جن ملکوں میں زنا بالرضا کو قانونی حیثیت دی گئی تھی۔ وہاں تہذیب اتنی زوال پذیر ہو چکی ہے کہ اب لواطت اور جنس پرستی کو بھی کھلی چھٹی مل رہی ہے اور اس قسم کے مجرم فوجی بھرتی کے اہل بھی قرار دیئے جا رہے ہیں اور پادری حضرات کبھی کبھی لڑکے کا لڑکے سے نکاح بھی پڑھانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

ہے جسے مظلوموں کی چیخیں تو سنائی نہیں دیتیں جسے کسی کی گاڑھے پسینے کی کمائی لٹنے پر تو ترس نہیں آتا جس کا دل کسی مسافر در ماندہ کی بے گور و کفن لاش دیکھ کر نہیں پسیجتا جسے ایک شریفہ و عفیفہ خاتون کی عصمت لٹنے پر تو پریشانی نہیں ہوتی، ہاں اسے رحم آتا ہے تو بے رحم پر، جان بچانا چاہتا ہے تو قاتل کی، ہاتھ پاؤں سلامت دیکھنا چاہتا ہے تو کسی دہشت گرد کے، تحفظ چاہتا ہے تو کسی ستمگر کا، سزا روکنا چاہتا ہے تو قاتل کی سزا روکنا چاہتا ہے تو کسی زانی کی۔ سچ پوچھیے تو ڈاکو سے ڈاکو کا محافظ، قاتل سے قاتل کا سرپرست، زانی سے زانی کا ایجنٹ اور ظالم سے ظالم کا والی کم مجرم و خطرناک اور مستحق سزا نہیں ہے۔

جن ملکوں میں زنا بالرضا کو قانونی حیثیت دی گئی تھی۔ وہاں تہذیب اتنی زوال پذیر ہو چکی ہے کہ اب لواطت اور جنس پرستی کو بھی کھلی چھٹی مل رہی ہے اور اس قسم کے مجرم فوجی بھرتی کے اہل بھی قرار دیئے جا رہے ہیں اور پادری حضرات کبھی کبھی لڑکے کا لڑکے سے نکاح بھی پڑھانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اگر اس قسم کی حیوانی جبلت قرآنی سزاؤں کو گوارا نہیں کرتی تو وجہ ظاہر ہے مگر کھلی آنکھوں سے اس کا انجام بھی دیکھ لینا چاہیے دنیا میں آج تک جو قومیں اور جو شہر تباہ ہوئے کیا ان کی تباہی کے اسباب میں یہ شیطانی و حیوانی جبلت خصوصی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ زانی کو دُرّے لگانے یا سنگسار کرنے سے تہذیب کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں تو فرمائیے یہ ایڈز کا درد جو پورے مغربی ڈھانچے کو اپنی زد میں لے رہا ہے کم سزا ہے۔

یہ قرآن پاک کے نظام حدود اور حضور صاحب قرآن ﷺ کی تربیت کی برکت تھی کہ چند سال میں صدیوں کا بگڑا ہوا معاشرہ کلیتاً پاک ہو گیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان حدود و تعزیرات کے استعمال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ آج بھی آپ دیکھ لیں ڈاکے چوریاں کرنے والے اکثر وہ امیر زادے ہوتے ہیں جو کسی مالی ضرورت کی بنا پر نہیں بلکہ غلط تربیت کی بنا پر جرائم پیشہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس صورت حال میں اگر ایک دو چوروں اور ڈاکوؤں کو سزا دے کر قرآنی قانون کی بالادستی سے اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے تمام مجرموں کو عبرت دلائی جائے تو کیا حرج ہے۔ یہی حال قوم کی بیٹیوں کی عزت سے کھیلنے والے ناپاک لوگوں کا ہے۔ لہٰذا معاشرے میں امن و امان برقرار رکھنے اور جان و مال و ناموس کا تحفظ مستحکم کرنے کیلئے قرآنی نظام کے نفاذ کی برکات ایسی ہیں جن کا بدل نہیں اور تاریخ اس پر گواہ ہے۔

خود حضور ہادی کونین سید الثقلین ﷺ فرماتے ہیں۔

اقامته حد من حدود الله خير من مطر اربعين ليلة فى بلاد الله عزوجل (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ۔ اللہ کی حدود میں سے ایک حد قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔ اور اے کارپردازان حکومت اور اے بہی خواہان ملت، یہ ارشاد نبوی ﷺ بھی سن لیجیے۔

اقيموا حدود الله فى القريب والبعيد ولا تاخذكم لومته لائم (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ۔ قریبی ہوں یا دور کے ان میں حدود قائم کرو اور کسی ملامت کرنے والے کی تمہیں اس حکم ربانی کی تعمیل سے باز نہ رکھ سکے۔

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے امن آفرین انقلاب کی وسعت دیکھنا ہو تو اس واقعے کو سامنے رکھیے جب حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے تھے اور ہادی اعظم پیغمبر امن و مساوات ﷺ انہیں دعوت اسلام دیتے ہوئے فرما رہے تھے۔

"عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے کہ سب لوگ غریب ہیں۔ بخدا! ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا۔"

عدی اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب آرہا ہے جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ذرا خوف نہ ہوگا۔

عدی اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج کل دوسری قوموں میں ہے واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب تو سن لے گا کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیرواں) کا درباری دیوانخانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔ (رحمۃ للعلمین ج ا)

حضرت عدی! اسی وقت اسلام لائے اور پھر وہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد نبوی کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا سال جا رہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کیلئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا۔ امید ہے کہ تیری بات بھی ہو کر رہے گی۔

قرآن پاک کی جامعیت =

اپنے لاجواب انداز بیان اور بہترین ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کا یہ وصف بھی نہایت نمایاں ہے کہ یہ تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام حقائق کا جامع ہے اس سے بے نیاز ہو کر کسی قسم کی علمی ترقی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بعض جدید علوم جن پر پرستاران مغرب کو بہت ناز ہے بالواسطہ اسی کے مرہون فیض ہیں۔ اہل اسلام کا صدیوں اسپین پر فرمانروا رہنا یورپ کی علمی بنیاد بن گیا۔ اگرچہ متعصب مستشرقین نے اسلام کے احسانات پر پردہ ڈالنے کی پوری پوری کوشش کی ہے مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں انہیں حضور پر نور ﷺ کے اور قرآن پاک کے لائے ہوئے ہمہ جہتی انقلاب کی برکات کا اعترافات کرتے ہی بنی ہے۔ مثلاً ہارٹ وگ ہرشفیلڈ (Hartwig Hirschfield) اپنی کتاب Researches into the composition and the exegesis of the Quran. کے صفحہ 6 پر لکھتا ہے۔

We must not be surprised to find the Quran the fountain head of the sciences.

ترجمہ۔ قرآن کو (تمام) سائنسوں کا سرچشمہ پا کر ہمیں حیران نہیں ہونا چاہیے۔ پھر آگے صفحہ 69 پر ملاحظہ فرمائیے۔

In the same manner the Qurangave an impetus to medical studies and recommended the contemplation and study of Nature in General.

ترجمہ۔ اسی طرح قرآن نے طبی علوم (وتحقیقات) کا جوش دلایا اور عام طور پر مظاہر فطرت میں غور وخوض اور ان کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

مگر یہ تو جامعیت قرآن کا لفظاً ایک پہلو ہے۔ اس کا اپنا دعویٰ یہ ہے کہ کائنات کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کا (کسی نہ کسی طرح سے) ذکر اس میں موجود نہ ہو چنانچہ قرآنی الفاظ میں **ما فرطنا فی الکتب من شیءٍ** (الانعام)" ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو۔

اس ضمن میں حضور ہادی کائنات ﷺ نے فرمایا (طویل حدیث پاک کا ایک درمیانی جملہ)

فیہ ثباما قبلکمہ وخبر ما بعد کم وحکم ماینکم۔

ترجمہ۔ اس میں تمہارے اگلوں کی خبریں، پچھلوں کی خبریں اور تمہارے جھگڑوں کا فیصلہ ہے (یعنی اس میں گزشتہ امتوں کے واقعات آئندہ تا قیامت بلکہ جنت ودوزخ کے حالات بھی ہیں اور عبادات ومعاملات وسیاسیات کے بارے میں ہدایات بھی ہیں۔

مسئلہ رفع یدین

علامہ شفقات احمد نقشبندی قسط نمبر 4

فما هو جوابكم فهو جوابنا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار۔ واعتبروا يا اولو الالباب والابصار لعلكم تتقون وترحمون ۔ وما علی الا البلاغ المبین۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر پھینکتے ۔ پھر خواجہ صاحب جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور نماز شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ جناب خلیل صاحب اس روایت میں شدید اضطراب ہے لہٰذا یہ روایت مضطرب ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہو سکتی اور دلیل نہیں بن سکتی مثلاً (۱) امام بخاری نقل فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن عمر بیان فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور آپ سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے (جزء البخاری گرجاکھی ص ۴۱)۔ (۲) جبکہ امام بخاری ہی نقل فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ رکوع میں جاتے اور سجدہ میں جاتے ہوئے بھی رفع یدین کیا کرتے تھے (جزء البخاری گرجاکھی ص ۷۰) انسائیکلوپیڈیا گرجاکھی صفحہ ۸۱، ۹۱ وغیرہ)۔ (۳) بلکہ خود جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے (جزء البخاری گرجاکھی ص ۴۲) انسائیکلوپیڈیا گرجاکھی ص ۹۲، ۹۳)۔ (۴) اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ آپ ہر نیچے جاتے وقت (رکوع میں جاتے وقت، پہلے سجدہ میں جاتے وقت اور دوسرے سجدہ میں جاتے وقت) اور ہر دفعہ نیچے سے اوپر اٹھتے وقت (رکوع سے اٹھتے وقت، پہلے سجدے سے اٹھتے وقت، دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت، دوسری تیسری اور چوتھی رکعت کیلئے اٹھتے وقت) رفع یدین نہ کرنے والے کو پتھر مارا کرتے تھے۔ (۵) اور کہیں آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی رفع یدین فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے (مسند ابو عوانہ جلد ۲ ص ۹۰، مسند حمیدی جلد ۲ ص ۲۷۷، المدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۹، خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ جلد ۱ ص ۴۰۴ وغیرہ)۔ (۶) شارح بخاری علامہ عسقلانی نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر پر رفع یدین فرماتے تھے۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)۔ (۷) کہیں مذکور ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے (مؤطا امام محمد ص ۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۰، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ وغیرہ) اور پھر جناب ابن عمر کی روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں **الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع** (ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۰۸) صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے مرفوع روایت نہیں ہے اور پھر جناب ابن عمر کا خود رفع یدین ترک کر دینا۔ اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ پہلے آپ رفع یدین کرتے بھی رہے اور بیان بھی فرماتے رہے۔ جب یہ عمل منسوخ ہو گیا تو آپ نے رفع یدین کرنا چھوڑ دیا اور پھر اس روایت میں ایک وقت کا رفع یدین کرنا تو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہے کہ آپ آخیر وقت تک رفع یدین کرتے رہے ہیں اور یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ پہلے ہوتا رہا پھر متروک اور منسوخ ہو گیا۔ لہٰذا یہ روایت کسی بھی طرح رفع الیدین کے سنت متواترہ ہونے کے قائل حضرات کی بالکل دلیل نہیں بن سکتی۔ نیز رفع یدین کی یہ روایت اور باقی تمام روایتیں فعلی ہیں جبکہ ترک رفع یدین میں فعلی کے علاوہ قولی حدیثیں بھی موجود ہیں اور یہ ایک مسلم اصول ہے کہ قولی حدیث کو فعلی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا قولی حدیث یعنی ترک رفع یدین والی احادیث راجح اور رفع الیدین والی احادیث مرجوح قرار پائیں گی۔ **فا فهموا يا اولو الابصار** ۔ اگر یار لوگوں کو رفع یدین کرنے کا زیادہ ہی شوق ہے اور یہ ایک تعظیمی عبادت ہے تو پھر جب صحاح ستہ سے حضور اکرم ﷺ کا تمام تکبیرات انتقالیہ میں رفع یدین کرنا ثابت ہے تو پھر ہر تکبیر پر رفع یدین کریں۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اپنی عاجزی کا اظہار ہر تکبیر پر ہی ہو جائے۔ یا پھر جن مقامات پر تم رفع یدین نہیں کرتے ان کا صریح، صحیح، مرفوع غیر

مجروح قولی حدیث سے منسوخ ہونا ثابت کرو۔ **ھا تو ابرھانکم انکنتم صادقین اور امام بخاری** جن کو نواب بھوپالوی غیر مقلد نے شافعی المذہب لکھا ہے وہ اپنے تمام تر مذہبی تعصب کے باوجود جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفع یدین نہ کرنے کی روایت کو نقل کرنے کے بعد کسی اصولی طور پر اس کا انکار نہ کر سکے بلکہ ایک من مانی تاویل کر دی کہ اس نماز میں جب آپ کو رفع یدین نہ کرتے دیکھا گیا تھا۔ آپ رفع یدین کرنا بھول گئے تھے۔ جیسا کہ اکثر لوگ بلکہ بعض صحابہ بھی نماز میں بھول جایا کرتے تھے (جزء البخاری گرجاکھی صفحہ ۴۲) واہ جی کیسی بچی تاویل ہے۔ ایک مقام پر نہیں بلکہ تمام نماز میں ہی اور تمام مقامات رفع یدین پر ہی رفع یدین کرنا بھول گئے۔ مذہبی تعصب میں بعض دفعہ بڑے بڑے بھی بچی باتیں کر جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی کہیں بھی بات بنتی نظر نہیں آتی۔ پہلے کہتے تھے کہ حضور نے جناب مالک بن حویرث کے ذریعے سے ہم کو نماز کا طریقہ بتا دیا۔ جب حضرت مالک کی روایت کا مطالعہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ بزعم خود اہل حدیث حضرات تو ہر نماز میں کم از کم پانچ مقامات پر جناب مالک کی روایت کا اختلاف کر رہے ہیں۔ پھر اس سے کام نہ چلا تو جناب ابن عمر کی روایت پیش کر دی۔ یہاں بھی آپ نے ان کا حشر دیکھ لیا۔ اب آگے دیکھیں کس تنکے کا سہارا لیتے ہیں۔ خلیل صاحب آگے لکھتے ہیں حضرت ابوحمید الساعدی نے دس صحابہ کے سامنے حضور کی نماز کا طریقہ بیان کیا کہ آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جناب خواجہ صاحب، اولاً تو اس روایت کے راوی محمد بن عمرو بن عطا کا جناب ابوحمید الساعدی سے سماع ثابت نہیں ہے (عمدۃ القاری) پھر وہاں دس صحابہ موجود تھے۔ یہ بات بھی غلط ہے۔ جب انکی تمام روایات کو جمع کیا جائے تو اٹھارہ نام بنتے ہیں (انسائیکلوپیڈیا گرجاکھی ص ۱۶۱ وغیرہ) پھر مذکور ہے کہ حضرت ابوقتادہ بھی وہاں موجود تھے حالانکہ حضرت ابوقتادہ تو اس کی پیدائش سے بھی پہلے ۳۸ھ میں شہید ہو چکے تھے اور حضرت علی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور یہ محمد بن عمرو ۴۲ھ میں پیدا ہوا ہے (اکمال وغیرہ) تعجب ہے یا تو یہ راوی پیدائش سے کئی سال پہلے حضرت ابوقتادہ کے پاس جا بیٹھا تھا یا پھر اپنی پیدائش کے چند سال بعد حضرت ابوقتادہ کو حدیث سنانے کیلئے قبر سے نکال کر اپنے سامنے بٹھا لیا نیز ان موجودہ لوگوں میں ابواسید مالک بن ربیعہ کا نام بھی لیا گیا ہے حالانکہ شارح بخاری امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ آپ بدری صحابی ہیں اور آپ کا انتقال ۳۰ھ میں ہو گیا تھا (تقریب ص ۳۲۶) پھر ان لوگوں میں جناب ابومسعود بن عمرو انصاری بھی مذکور ہیں۔ حالانکہ آپ ۴۰ھ میں انتقال فرما چکے تھے (تقریب ص ۲۴۱) ان لوگوں میں جناب امام حسن کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ آپ ۴۹ھ میں شہید ہو چکے تھے۔ ۴۲ھ میں پیدا ہونے والا محمد بن عمرو اپنے بلوغ کے بعد ان حضرات کے فوت ہو جانے کے کئی کئی سال بعد انکو قبروں سے نکال کر اپنی محفل میں کھینچ لایا۔ یا خود انکی قبروں میں پہنچ گیا۔ **فالی اللہ المشتکیٰ**۔ اور پھر اس روایت کا ایک راوی عبدالحمید بن جعفر تقدیر کا منکر تھا اور اس کی روایت میں وہم ہوتا ہے (تقریب ص ۱۹۶) پھر حضور کا فرمان ذیشان ہے کہ تقدیر کے منکروں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے (ترمذی جلد ۲ ص ۳۷) نیز آپ نے فرمایا کہ یہ تقدیر کے منکر اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو انکی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا (ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۸۸ وغیرہ) لیکن یہ حدیث کے زبانی کلامی ٹھیکیدار کہتے ہیں کہ اس تقدیر کے منکر کی روایت بھی قبول کرو۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ**۔ اس کی بجائے جناب ابوحمید الساعدی کی بخاری جلد ۱ ص ۱۱۴ کی روایت پر عمل کر لو۔ جس میں ضعف بھی نہیں، وہم بھی نہیں اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین بھی مذکور نہیں ہے۔

قارئین یہ روایت بھی آپ نے دیکھ لی۔ یہ ان حضرات کی چوٹی کی دلیلیں ہیں ایسی دلیلوں پر ان کے مذہب کا دارومدار ہے اور پھر دس صحابہ کے عدد پر بڑے نازاں ہیں۔ حالانکہ راوی قدری اور روایت وہم اور دس کا عدد بھی غلط۔ خالد گرجاکھی صاحب کہتے ہیں کہ اٹھارہ صحابہ موجود تھے۔ فن رجال کے امام یحییٰ بن سعید بھی اس حدیث کا انکار کرتے تھے (جوہر النقی جلد ۲ ص ۷۲) بہر حال یہ روایت سنداً منقطع اور متناً مضطرب ہے لہٰذا ایسی مجروح اور ضعیف روایت سے کوئی صاحب علم وانصاف دلیل نہیں پکڑ سکتا۔

بہت شور سنتے تھے پہلے میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

(جاری ہے)

روزہ اور جدید سائنس

(حکیم سیف اللہ سیکھو)

اسلام اصول امن اور حفاظت کا مذہب ہے یہ جہاں اپنے ماننے والوں کو احکامات دیتا ہے وہاں ان احکامات کے اندر حفاظت بھی فراہم کرتا ہے جہاں اسلام نے نماز کا حکم دیا ہے تو پھر اس کی ادائیگی میں حکم خداوندی کی بندگی میں زندگی اور تندرستی کی تازگی بھی ملتی ہے۔ اس طرح روزہ جہاں حکم خداوندی ہے وہیں یہ بے شمار دنیوی فوائد سے مالا مال ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہا کرو گے۔ (طبرانی)

ایک نہیں بے شمار مبارک احادیث کتب حدیث میں بیان ہیں جن میں واضح مضمون ہے کہ روزہ امراض سے شفا دیتا ہے۔

روزہ غیر مسلم ماہرین کی نظر میں =

اسلام نے روزہ کو مؤمن کیلئے شفا قرار دیا ہے اس ضمن میں سائنس کیا کہتی ہے؟ کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔

فرانس کے ایک دوست کہتے ہیں۔ کہ رمضان المبارک آیا مجھے روزے رکھنے تھے، تراویح پڑھنی تھی، میں نے اپنے پروفیسر سے کہا کہ مجھے چھٹی دے دو اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ مجھے روزے رکھنے ہیں، تراویح پڑھنی ہے اس نے کہا چھٹی کی کیوں ضرورت ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ دور جانا ہے اور روزانہ آ جا نہیں سکتا۔ اس نے کہا میں تمہیں یہیں روزہ داروں کے پاس چھوڑ دیتا ہوں ہم وہاں گئے دیکھا تو کئی افراد موجود تھے۔ چہروں پر داڑھیاں، عمامے باندھے ہوئے، جبے پہنے ہوئے، مسواک سے وضو کر رہے ہیں، اذانیں دے رہے ہیں اور نمازیں پڑھ رہے ہیں، ایک آگے قرآن پاک پڑھ رہا ہے دوسرے پیچھے سن رہے ہیں پھر مزے کی بات یہ کہ روزے بھی رکھ رہے ہیں یعنی پورا مہینہ پھر اعتکاف بھی بیٹھے صبح وشام روزے کی سحری وافطاری معمول کے مطابق ہوتی رہی۔ کہنے لگے کہ پھر میں عید پڑھ کر واپس آ گیا۔ میں نے پروفیسر سے کہا آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے ایسے لوگوں سے ملا دیا۔ میرا رمضان المبارک تو بہت اچھا گزرا تو وہ پروفیسر مسکرایا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگا آپ کو معلوم بھی ہے کہ یہ سب یہودی تھے میں نے کہا کہ مجھے تو نہیں معلوم کہنے لگا انہوں نے ایک منصوبہ کے تحت کام کیا کہ اسلام میں مسلمان مسلسل ایک مہینہ روزے رکھتے ہیں ہم بھی ویسے روزے رکھ کر دیکھتے ہیں کہ اسلام کے اندر کیا اچھائیاں ہیں اور اچھائیاں ہوں گی تو ہم بن کے اسلام قبول کر لیں گے۔

امریکی غیر مسلم کا واقعہ =

مجھے ایک صاحب ملے کہنے لگے میں روزے رکھتا ہوں! امریکن

تھا میں نے کہا وہ کیوں تم تو غیر مسلم ہو؟ کہنے لگا وہ ایسے کہ سال میں کچھ وقت انسان پر ایسا گزرنا چاہیے کہ وہ ڈائٹنگ کر کے اپنے نظام ہضم کو کچھ عرصہ فارغ رکھے اس طرح اس کے اندر موجود رطوبتیں جو وقت کے ساتھ ساتھ زہر میں تبدیل ہو جاتی ہیں، روزے سے ختم ہو جاتی ہیں۔ان خطرناک رطوبتوں کے ختم ہونے سے بہت سے پیچیدہ امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس طرح نظام ہضم پہلے سے مضبوط ہو جاتا ہے۔اس لئے میں نے اور میری بیوی نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم مہینے میں اس طرح روزہ رکھ کر ڈائٹنگ کریں گے۔میں نے کہا ہمیں یہ سنت دین میں بتائی گئی ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھیں بالخصوص وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں ان کے اندر ایک ڈسپلن، صبر اور ضبط نفس پیدا ہوتا ہے۔

سکندر اعظم اور ارسطو=

دونوں یونانی لیڈر اور اپنے فیلڈ کے ماہر ہیں۔انہوں نے فاقہ اور پھر مسلسل فاقہ کو جسم کی توانائی کیلئے ضروری قرار دیا ہے۔سکندر اعظم کہتا ہے کہ میری زندگی مسلسل تجربات اور حوادثات میں گزری ہے جو آدمی صبح اور شام کھانے پر اکتفا کرتا ہے وہی ایسی زندگی گزار سکتا ہے جس میں کسی قسم کی لچک نہ ہو۔میں نے ہندوستانی سرزمین پر گرمی کے ایسے خطے پائے جہاں سبزہ جل گیا تھا لیکن وہیں میں نے صبح سے شام تک کچھ نہ کھایا نہ پیا تو میں نے اپنے اندر ایک تازگی اور توانائی محسوس کی۔

چندر گپت موریا اور چانکیہ مہاراج

چندر گپت موریا کے وزیر باتدبیر چانکیہ جسکی مشہور تصنیف "ارتھ شاستر" ہے اس کا قول ہے کہ:

"میں نے بھوکا رہ کر جینا سیکھا اور بھوکا رہ کا لڑنا سیکھا ہے۔میں نے دشمنوں کی تدبیروں کو بھوک کے پیٹ سے اُلٹا کیا ہے۔

سگمنڈ نرائیڈ=

مشہور ماہر نفسیات ہے اور اس کی تھیوری نفسیاتی ماہرین کیلئے نشان راہ ہے۔موصوف فاقہ اور روزے کا قائل تھا۔

اس کا کہنا ہے کہ روزے سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا کلی خاتمہ ہوتا ہے جسم انسانی میں مختلف ادوار آتے ہیں لیکن روزہ دار آدمی کا جسم مسلسل بیرونی دباؤ کو قبول کرنے کی صلاحیت پا لیتا ہے۔روزہ دار کو جسمانی کھچاؤ اور ذہنی ڈپریشن سے سامنا نہیں ہوتا۔

وہ دن بھی آئے گا جب ہر انسانی روزہ رکھے گا۔=

يا يها الذين اٰمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون ☆ اياما معدودت فمن كان منكم مريضا او على سفرا فعدة من ايام أخر و على الذين عطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خيرله وان تصومو اخيرلكم ان كنتم تعلمون ☆

ترجمہ۔اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے جو لوگ روزے رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔

ایک روزے کا فدیہ مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور جو اپنی خوشی کچھ زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے۔ اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں۔"

"اگر تم سچ کو سمجھو تو تمہارے حق میں یہ بہتر ہے کہ مشکلات کے باوجود بھی تم روزہ رکھو۔"

ہم سب جانتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی آیات ۱۸۳ سے ۱۸۷ تک دین کے ایک اہم رکن روزہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اور تمام تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ ہم آیات نمبر ۱۸۴ آخری حصہ میں بیان کردہ حقائق کا طبی نکتہ نظر سے مطالعہ کریں گے۔ اس حصہ میں بتایا گیا ہے کہ روزہ ایک اچھی چیز ہے جس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس امر کا بھی اعلان کیا گیا ہے کہ ہم اس سے حاصل کردہ رحمتوں کو سمجھ سکتے ہیں اگر ہم سچ کو پہچان سکیں۔

ابھی کچھ عرصہ قبل تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ روزہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اس سے نظام ہضم کو آرام ملتا ہے۔ جیسے جیسے طبی علم نے ترقی کی اس حقیقت کا بتدریج علم حاصل ہوا کہ روزہ تو ایک طبی معجزہ ہے۔ اسی وجہ سے آیات کریمہ کا آخری حصہ یہ کہتا ہے۔ "اگر تم سمجھو"۔

آیئے جیسا کہ ہم پہلی آیات کے سلسلے میں کہہ چکے ہیں اب سائنسی تناظر میں دیکھیں کہ کس طرح روزہ ہماری صحت مندی میں مدد دیتا ہے۔

(الف) روزہ کا نظام ہضم پر اثر

نظام ہضم جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک دوسرے سے قریبی طور پر ملے ہوئے بہت سے اعضاء پر مشتمل ہوتا ہے اہم اعضاء جیسے منہ اور جبڑے میں لعابی غدود، زبان، گلا، مقوی نالی یعنی گلے سے معدہ تک خوراک لے جانے والی نالی، معدہ، بارہ انگشتی، آنت، جگر، لبلبہ اور آنتوں سے مختلف حصے وغیرہ تمام نظام انہضام کا حصہ ہیں۔ اس نظام کا اہم حصہ یہ ہے کہ یہ سب سے پیچیدہ اعضاء خود بخود ایک کمپیوٹرائزڈ نظام سے عمل پذیر ہوتے ہیں۔ جیسے ہی ہم کچھ کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ سارا نظام چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر ہونے کے علاوہ اعصابی دباؤ اور غلط قسم کرتے ہیں یہ نظام حرکت میں آجاتا ہے اور ہر عضو اپنا مخصوص کام شروع کر دیتا ہے کی خوراک کی وجہ سے ایک طرح سے گھس جاتا ہے۔

روزہ ایک طرح اس سارے نظام ہضم پر ایک ماہ کا آرام طاری کر دیتا ہے۔ مگر درحقیقت اس کا حیران کن اثر بطور خاص جگر پر ہوتا ہے کیونکہ جگر کے کھانا ہضم کرنے کے علاوہ پندرہ مزید عمل بھی ہوتے ہیں۔ یہ اس طرح تھکان کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک چوکیدار ساری عمر کیلئے پہرے پر کھڑا ہو۔ اسی کی وجہ سے صفراء کی رطوبت جس کا اخراج ہاضمہ کیلئے ہوتا ہے، مختلف قسم کے مسائل پیدا کرتی ہے اور دوسرے اعمال پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

دوسری طرف روزے کے ذریعے جگر کو چار سے چھ گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے۔ یہ روزے کے بغیر قطعی ناممکن ہے۔ کیونکہ بے حد معمولی مقدار کی خوارک یہاں تک کہ ایک گرام کے دسویں حصہ کے برابر بھی، اگر معدہ میں داخل ہو جائے تو پورا کا پورا نظام ہضم اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور جگر فوراً مصروف عمل ہو جاتا ہے۔ سائنسی نکتہ نظر سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس آرام کا وقفہ ایک سال میں ایک ماہ تو ہونا ہی چاہیئے۔

جدید دور کا انسان جو اپنی زندگی کی غیر معمولی قیمت مقرر کرتا ہے متعدد طبی معائنوں کے ذریعے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن اگر جگر کے خلیے کو قوت گویائی حاصل ہوتی تو وہ ایسے انسان سے کہتا کہ "مجھ پر ایک عظیم احسان صرف روزے کے ذریعے سے ہی کر سکتے ہو۔"

جگر پر روزہ کی برکات میں سے ایک وہ ہے جو خون کے کیمیائی

عمل پر اثر اندازی سے متعلق ہے۔ جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا بھی ہے جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے درمیان ہوتا ہے۔ اسے یا تو ہر لقمے کو سٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعے اس کے ہضم ہو کر تحلیل ہو جانے کے عمل کی نگرانی کرنا ہوتی ہے۔ جبکہ روزے کے ذریعے جگر توانائی بخش کھانے کے سٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جگر اپنی توانائی خون میں گلوبلن (جو جسم کے محفوظ رکھنے والے سسٹم کو تقویت دیتا ہے) کی پیداوار پر۔۔۔ صرف کر سکتا ہے۔ روزے کے ذریعے گلے کو اور خوراک کی نالی کو جو بے حد حساس حصے ہیں، جو آرام نصیب ہوتا ہے اس تحفے کی کوئی قیمت ادا نہیں کی جا سکتی۔

انسانی معدہ روزہ کے ذریعے جو بھی اثرات حاصل کرتا ہے وہ بے حد فائدہ مند ہوتے ہیں۔ اس ذریعہ سے معدہ سے نکلنے والی رطوبتیں بھی بہتر طور پر متوازن ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ سے روزہ کے دوران تیزابیت جمع نہیں ہوتی اگرچہ عام قسم کی بھوک سے یہ بڑھ جاتی ہے۔ لیکن روزہ کی نیت اور مقصد کے تحت تیزابیت کی پیداوار رک جاتی ہے۔ اس طریقہ سے معدہ کے پٹھے اور معدہ کی رطوبت پیدا کرنے والے خلیے رمضان کے مہینے میں آرام کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ جو لوگ زندگی میں روزے نہیں رکھتے، انکے دعوؤں کے خلاف یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک صحت مند معدہ شام کو روزہ کھولنے کے بعد زیادہ کامیابی سے ہضم کا کام سرانجام دیتا ہے۔

روزہ آنتوں کو بھی آرام و توانائی فراہم کرتا ہے۔ یہ صحت مند رطوبت کے بننے اور معدہ کے پٹھوں کی حرکت سے ہوتا ہے۔ آنتوں کے شرائین کے غلاف کے نیچے محفوظ رکھنے والے نظام کا بنیادی عنصر موجود ہوتا ہے۔ جیسے انتڑیوں کا جال، روزے کے دوران ان کو نئی توانائی اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح ہم ان تمام بیماریوں کے حملوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں جو ہضم کرنے والی نالیوں پر ہو سکتے ہیں۔

(ب) روزے کے دوران خون پر مفید اثرات=

دن میں روزے کے دوران خون کی مقدار میں کمی ہو جاتی ہے۔ یہ اثر دل کو انتہائی فائدہ مند آرام مہیا کرتا ہے۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ سیلوں کے درمیان مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے نشو یعنی پٹھوں پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ پٹھوں پر دباؤ یا عام فہم ڈائی سٹالک دباؤ دل کیلئے انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ روزے کے دوران ڈائی سٹالک پریشر ہمیشہ کم سطح پر ہوتا ہے یعنی اس وقت دل آرام یا ریسٹ کی صورت میں ہوتا ہے۔ مزید براں، آج کا انسان ماڈرن زندگی کے مخصوص حالات کی بدولت شدید تناؤ یا ہائی پرٹینشن (Hy pertension) کا شکار ہے۔ رمضان کے ایک ماہ کے روزے بطور خاص ڈائی سٹالک پریشر کو کم کر کے انسان کو بے پناہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔

روزے کا سب سیا اہم اثر دوران خون پر اس پہلو سے ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس سے خون کی شریانوں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا علم عام ہے کہ خون کی شریانوں کی کمزوری اور فرسودگی کی اہم ترین وجوہات میں سے ایک وجہ خون میں باقی ماندہ مادے کا پوری طرح تحلیل نہ ہو سکنا ہے۔ جبکہ دوسری طرف روزے میں بطور خاص افطار کے وقت کے نزدیک خون میں موجود غذائیت کے تمام ذرے تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ اس طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر اجزا جم نہیں پاتے۔ اس طرح شریانیں سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور کی انتہائی خطرناک بیماریوں، جس میں شریانوں کی دیواروں کی سختی نمایاں ترین ہے سے بچنے کی بہترین تدبیر روزہ ہی ہے۔ کیونکہ روزے کے دوران

گردے جنہیں دوران خون ہی کا ایک حصہ سمجھا جاسکتا ہے۔ آرام کی حالت میں ہوتے ہیں۔ تو انسانی جسم کے اہم اعضاء کی بحالی بھی روزے کی برکت سے بحال ہو جاتی ہے۔

روزہ قیام صحت کا ایک بے نظیر طریقہ

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے جسم کا ایسا نظام بنایا ہے کہ جب تک اسے آب و دانہ مناسب مقدار میں بروقت حاصل نہ ہو اس کی زندگی کا قیام مشکل ہوتا ہے۔ جس نسبت سے اس خوراک میں کمی بیشی واقع ہو گی اسی نسبت سے اس کی صحت متاثر ہو گی۔ ادنیٰ حیوانات تو اپنی خوراک میں اپنے شعور کے ماتحت اعتدال کے پابند رہتے ہیں۔ لیکن انسان اشرف المخلوقات اور ذی عقل ہوتے ہوئے بھی ادنیٰ حیوانات کے طریق کے برعکس حد اعتدال سے بالعموم تجاوز کر جاتا ہے۔ اور اپنے بدنی نظام کے بگاڑنے اور اس میں کئی نقائص بالفاظ دیگر امراض پیدا کرنے کا خود باعث ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے حیوانات کے امراض انسانی امراض سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے۔

مگر انسان اپنی خداداد عقل کے ذریعہ اپنے امراض کے مقابلہ یا بطور حفظ ماتقدم کئی ذرائع، طریق اور علاج اختیار کرتا ہے۔ ان نقائص و امراض کیلئے سب سے بہتر حفظ ماتقدم جو اب تک تجویز کر سکا ہے یہ ہے کہ کبھی کبھی کچھ عرصہ کے واسطے وہ کھانا پینا بند کر کے اپنے معدہ کو جس پر تمام بدن کی صحت و تندرستی کا انحصار ہوتا ہے خالی رکھے۔ تاکہ بھوک سے اس کے مواد فاسدہ جل کر اسے صاف کر دیں اور پھر وہ اپنا کام صحیح طور پر کر سکے۔

دنیا کے تقریباً تمام مذاہب اور شریعتوں نے اپنے پیروؤں کیلئے طریق تجویز کیا ہے۔ اسے مذہبی اصطلاح میں روزہ کہتے ہیں۔ ہندو چوبیس گھنٹے کا برت یا روزہ رکھتے ہیں۔ اناج یا آگ پر پکائی ہوئی اشیاء وہ برت میں نہیں کھاتے مگر کچا دودھ، پانی حقہ وغیرہ پینے میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے۔ زمانہ حاضر کا عیسائی تو صرف گوشت مچھلی یا بعض اور چیزیں ترک کر کے اور دوسری سب چیزیں کھا کر اسے روزہ قرار دیتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں میں بھی بعض چیزوں کی روزہ میں کھانے پینے کی ممانعت نہیں ہے۔

اسلام میں روزے مسلسل ایک ماہ قمری حساب سے رکھے جاتے ہیں اور قمری اور شمسی سال میں دس دن کے فرق کے باعث چھتیس سال کے عرصہ میں موسم گرما اور موسم سرما دونوں میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح تقریباً پچاس یا زیادہ سال کی عمر کا مسلمان دونوں موسموں میں روزے رکھنے کا تجربہ کر لیتا ہے۔

ماہ رمضان کے روزے ہر بالغ، عاقل اور تندرست مسلمان پر فرض ہیں۔ ان کے علاوہ اور روزے بھی اپنی مرضی سے رکھے جاتے ہیں جنہیں نفلی روزے کہتے ہیں۔ اسلامی روزہ پو پھٹنے سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔ اور اس عرصہ میں ہر قسم کا کھانا، پینا، اختلاط جنسی بلکہ اس کی مبادیات بھی منع ہیں۔ پان، بیڑی، سگریٹ، حقہ، ہلاس وغیرہ سے پرہیز لازمی ہے۔ کوئی بھی ایسی چیز استعمال کی جائے تو روزہ ٹوٹ یا ختم ہو جاتا ہے۔

اس قسم کا روزہ ضبط نفس یا اپنے آپ پر قابو پانے کا بے نظیر و بے مثال طریقہ اور ذریعہ ہے۔ نو عمر جب گرمیوں میں پہلے روزہ رکھتے ہیں جب کہ پیاس کا مقابلہ کرنا بڑی ہمت کی بات ہوتی ہے۔ وضو کرتے ہوئے کلیاں کرتے ہیں تو پانی ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے اترنے نہیں دیتے۔ خاص کر غسل خانے میں جب کہ کوئی انہیں دیکھنے والا نہیں ہوتا ان کا پانی سے اجتناب حیرت کا باعث ہوتا ہے۔

علاوہ روحانی اور اخلاقی فوائد کے اسلامی روزہ معدی امراض اور

بدن کے گندے مواد کیلئے جھاڑو کا کام دیتا ہے۔ ضبط نفس، بھوک، اور پیاس کی شدت کے مقابلہ کی طاقت پیدا کرتا ہے۔ اور روزہ کھولتے وقت کھانے پینے سے جس طرح ایک روزہ دار لطف اندوز ہوتا ہے وہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

اطباء اور موجودہ زمانہ کے ڈاکٹر اسلامی طریق روزہ داری کی قیام صحت کیلئے اہمیت وافادیت کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ بعض امراض میں علاج تجویز کرتے ہوئے اسلامی طریق کا روزہ رکھنے کا مشورہ دیا کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام کسی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے خلاف ہے۔ بحالت صحت وتندرستی روزہ رکھنا ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن بیماری، سفر، بڑھاپے، حمل اور بچے کو دودھ پلانے کے زمانہ میں روزہ رکھنے کی قید نہیں۔ کیونکہ اس سے صحت الٹا خراب ہوتی ہے۔ ہاں اس سے وہ امراض مستثنیٰ ہوں گی جن میں معالج روزہ بطور علاج تجویز کرے۔ اسی طرح روزانہ روزہ رکھنا منع ہے۔ کیونکہ یہ طریق روزہ اختیار کرنے سے صحت برباد ہو جاتی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جو اکثر نو تعلیم یافتہ کیا کرتے ہیں۔ قطب شمالی اور جنوبی میں جہاں چھ ماہ کا دن چھ ماہ کی رات ہوا کرتی ہے۔ گویا ایک دن وہاں ہمارے ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔ روزہ پو پھٹنے سے غروب آفتاب تک حسب قواعد مندرجہ قرآن کریم رکھنا ایک انسان کی طاقت سے بالا بلکہ اس کیلئے ناممکن ہے اوّل تو ہم بتا چکے ہیں کہ اسلام کسی پر مالا یطاق بوجھ نہیں ڈالتا، دوسرے جس طرح وہاں کے رہنے والے اپنے کام کاج، کھانے، پینے، سونے جاگنے کے اوقات تجویز کرتے ہیں اسی طرح نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کیلئے بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ یاجوج ماجوج کے زمانہ میں دن ایک سال کا ہوگا۔ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی۔ کیا ہمیں اس ایک دن کی نماز کافی ہوگی۔ فرمایا نہیں تم نماز کیلئے اوقات کا اندازہ لگا لیا کرنا۔

روسی ماہر الابدان پروفیسر دی۔ این نیکلن نے لمبی عمر سے متعلق اپنی اکسیر دوا کے انکشاف کے سلسلہ میں لندن میں 22 مارچ 1960ء کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگر ذیل کے تین اصول زندگی میں اپنا لیے جائیں تو بدن کے زہریلے مواد خارج ہو کر بڑھاپا روک دیتے ہیں۔ اوّل خوب محنت کیا کرو۔ ایک ایسا پیشہ جو انسان کو مشغول رکھے جسم کے رگ و ریشہ میں تروتازگی پیدا کرتا ہے۔ جس سے خلیے پیدا ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسا شغل ذہنی طور پر بھی قوت بخش ہو۔ اگر تمہیں اپنا کام پسند نہیں تو فوراً ترک کر دینا چاہیئے۔

دوئم۔ کافی ورزش کیا کرو۔ بالخصوص زیادہ چلنا پھرنا چاہیئے۔

سوئم۔ غذا جو تم پسند کرو کھایا کرو۔ لیکن ہر مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ فاقہ ضرور کیا کرو۔

حضرت رسول اکرم ﷺ علاوہ سال کے ایک ماہ مسلسل روزوں کے ہر ماہ از خود تین نفلی روزے رکھا کرتے۔ اور فرمایا کرتے "**صوموا تصحوا**" روزے رکھا کرو صحت مند رہو گے۔

حضور اقدس ﷺ نے اپنی مرض الموت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو تین وصیتیں فرمائیں ان میں سے ایک ہر ماہ میں تین روزے رکھنے کی تاکید تھی۔

اسلام میں روزے مسلسل ایک ماہ قمری حساب سے رکھے جاتے ہیں اور قمری اور شمسی سال میں دس دن کے فرق کے باعث چھتیس سال کے عرصہ میں موسم گرما اور موسم سرما دونوں میں آجاتے ہیں۔

رائیونڈ کی تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک ممتاز دیوبندی عالم کی چشم کشا

دعوت حق

مولانا عبدالغفار غور غشتی

﴿دوسری قسط﴾

س= تبلیغی جماعت بریلوی مسلک والوں کو مشرک اور کافر بھی کہتی ہے پھر انکی مسجدوں میں جا کر ٹھہرتی اور ان کے امام کے پیچھے نمازیں پڑھتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

ج= ان کے بڑوں نے ان کو ایسا ہی بتایا ہے حالانکہ ہمارے علماء دیوبند تو اس کے خلاف ہیں مگر تبلیغی جماعت کا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے بریلوی مسلک کی مسجدوں پر قبضہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اس لئے یہ بھی ایک اچھا ہی عمل ہے اگر چند دن بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے سے مسجد ہاتھ آتی ہو تو کیا بُرا ہے؟ مگر اتنے دن کی نمازیں تو نہ ہوئیں ان کا گناہ کس کھاتے میں جائے گا؟

س= سعودی عرب میں بھی تبلیغ ہوتی ہے اور وہاں تبلیغی جماعت کو سراہا جاتا ہے جبکہ خود ہمارے اپنے علماء (دیوبندی) اس کے مخالف ہیں کیوں؟

ج= سعودی عرب میں تبلیغی جماعت کی غلط حرکتوں اور جاہلانہ رسمی تبلیغ کی وجہ سے ان پر تبلیغ کرنے پر پابندی لگ چکی ہے جبکہ علماء دیوبند کی وہ لوگ قدر کرتے ہیں۔

س= بیرون ملک سے بہت سے لوگ تبلیغی جماعت میں آتے ہیں تو کیا ان کا آنا صحیح نہیں؟ اور ان کو کوئی ثواب نہیں ملے گا؟

ج= اگر ان کے اپنے ممالک میں علماء ہیں تو انہیں وہیں اپنے ملک کے علماء سے دین کے مسائل معلوم کرنے اور سیکھنے چاہئیں اور اگر وہاں علماء نہیں یا ختم ہو گئے ہیں تو پھر ان کو کسی دوسرے ملک سے اپنے ہاں علماء کو دعوت دے کر ان سے علم حاصل کرنا چاہئے۔ یہاں آ کر تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانا خواہ مخواہ کی مشقت ہے جس کا نہ کوئی اجر ملے گا نہ علمی فائدہ ہوگا۔ جبکہ علماء سے سیکھنے میں اور اپنے ملک میں اپنی زبان میں سیکھنے میں فوائد کثیرہ ہیں۔

س= تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ یہ عجیب فلسفہ ہے کہ دنیا بھر کی تقریبات منگنی، بیاہ، ختنہ اور دیگر مروجہ رسوم کیلئے تو قرض لینا جائز اور تبلیغ جیسے ضروری کام کیلئے قرض لینا ناجائز۔ قرض کی برائی بیان کرنے کیلئے صرف تبلیغ ہی تختہ مشق ٹھہرا؟ کیا ان کی یہ دلیل صحیح ہے؟

> تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب عالم تھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عالم نہ تھے اور غیر عالم ہو کر بھی تبلیغ کرتے تھے

ج=تبلیغ کیلئے قرض کی ترغیب دینا، قرض لینا، مروضہ شخص کا تبلیغ میں جانا از روئے شریعت درست نہیں۔

اگر اللہ کریم تمہیں عقل سلیم اور فہم دین عطا فرمائے تو تو بھی اس فلسفہ کو سمجھ سکتا ہے سن لے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ قرض لینا کسی بھی رسم کی ادائیگی کیلئے جائز نہیں۔

البتہ یہ سوال کہ قرض کی برائی بیان کرنے کیلئے صرف تبلیغ ہی پر کیوں سارا غصہ اتارا جاتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا بھر کا کوئی شخص جسے دین اسلام کی تھوڑی بھی سمجھ حاصل ہو، کسی رسم کی تکمیل کیلئے قرض لینے کو ثواب نہیں سمجھتا بلکہ عذاب الٰہی سمجھ کر اور گناہ سمجھ کر بادل نخواستہ قرض لیتا ہے جبکہ دوسری طرف تبلیغ میں نکلنے والے سالہاسال کے مقروض شخص کو کروڑوں ثوابوں کا مستحق بتلایا جاتا ہے اور خود وہ شخص بھی ایسا ہی سمجھتا ہے یاد رکھیے! گناہ کرنا تو ہے ہی گناہ لیکن گناہ کے کام کو ثواب سمجھنے سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

س=تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب عالم تھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عالم نہ تھے اور غیر عالم ہو کر بھی تبلیغ کرتے تھے پس آج کے تبلیغی بھی بغیر علم کے تبلیغ کرنے کے مجاز ہیں کیا ان کا یہ فلسفہ صحیح ہے؟

ج=وعظ عام کیلئے بنیادی شرط علم ہے بے علم شخص کا وعظ کیلئے اٹھنا رسول ﷺ کی مخالفت ہے۔

بے علم شخص کی وعظ یا سننے سے سامعین بھی گناہ گار ہونگے۔

حضرات صحابہ کرام پر جھوٹ، تاریخ اسلام کا انکار، اسی کو دلیری کہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے لیکن اشاعت دین کا جو طریقہ رائج تھا مولانا شبلی نعمانی نے اسے ''الفاروق'' میں یوں بیان کیا ہے ''اس طریقے کیلئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ عام اجازت نہ ہو بلکہ خاص قابل لوگ افتاء کیلئے نامزد کر دیئے جائیں تاکہ ہر کس و ناکس غلط مسائل کی ترویج نہ کر سکے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تخصیص کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جن لوگوں کو انہوں نے افتاء کی اجازت دی مثلاً حضرت علی، حضرت عثمان غنی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبدالرحمن بن عوف، ابی بن کعب، زید بن ثابت ابو ہریرہ اور ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ وغیرہ ان کے سوا اور لوگ فتویٰ دینے کے مجاز نہ تھے شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں'' سابق وعظ و فتویٰ موقوف بود بر رائے خلیفہ بدون امر خلیفہ وعظ نمی گفتند و فتویٰ نمی دادند و نیز توقف بر رائے خلیفہ وعظ می گفتند و فتویٰ می دادند'' تاریخوں میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کو فتویٰ کی اجازت نہ تھی انہوں نے فتویٰ دیئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو منع کر دیا چنانچہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ واقعہ گذرا بلکہ ان کو یہاں تک احتیاط تھی کہ مقرر شدہ مفتیوں کی بھی جانچ کرتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارہا پوچھا کہ تم نے اس مسئلہ میں کیا فتویٰ دیا؟ اور جب انہوں نے اپنا جواب بیان کیا تو فرمایا کہ اگر تم مسئلہ کا اور کچھ جواب دیتے تو آئندہ تم کبھی فتویٰ کے مجاز نہ ہوتے دوسرا امر جو اس طریقے

مقررہ مفتیوں کے علاوہ لوگوں کو فتویٰ کی اجازت نہ تھی انہوں نے فتویٰ دیئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو منع کر دیا

کیلئے ضروری ہے یہ ہے کہ مفتیوں کے نام کا اعلان کر دیا جائے اس وقت گزٹ اور اخبار تو نہ تھے لیکن مجالس علماء میں جن سے بڑھ کر اعلان کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہا اعلان کیا شام کے سفر میں بمقام جابیہ بے شمار آدمیوں کے سامنے جو خطبہ پڑھا اس میں یہ الفاظ بھی فرمائے۔

من اراد القران فلیات ابیا من اراد ان یسال الفرائض فلیات زید ومن اراد ان یسال من الفقہ فلیات معاذ۔

یعنی جو شخص قرآن سیکھنا چاہے تو ابی بن کعب کے پاس اور فرائض کے متعلق کچھ پوچھنا چاہے تو زید کے پاس اور فقہ کے متعلق پوچھنا چاہے تو معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائے۔ شبلی نعمانی ''الفاروق'' حصہ دوم میں ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔

''حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حبان بن ابی جبلہ کی نسبت لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو مصر میں فقہ کی تعلیم پر مامور کیا تھا۔

عمران بن الحصین جو بہت بڑے رتبہ کے صحابی تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بصرہ میں فقہ کی تعلیم کیلئے شام بھیجا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ بن صامت، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام بھیجا تاکہ لوگوں کو قرآن مجید پڑھائیں اور فقہ سکھائیں۔

ان فقہاء کے درس کا یہ طریقہ تھا کہ مساجد کے صحن میں ایک طرف بیٹھ جاتے تھے اور شائقین علم نہایت کثرت سے انکے گرد حلقہ کی صورت میں جمع ہو کر فقہی مسائل پوچھتے اور وہ جواب دیتے تھے۔ ابومسلم خولانی کا بیان ہے کہ میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ۳۰ بڑے بڑے صحابی رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں تشریف رکھتے تھے اور مسائل پر گفتگو کرتے تھے لیکن جب ان کو کسی مسئلہ میں شک پڑتا تھا تو ایک نوجوان کی طرف رجوع کرتے تھے میں نے لوگوں سے اس نوجوان کا نام پوچھا تو کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں لیث بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد میں آتے تھے تو انکے ساتھ لوگوں کو اس قدر ہجوم ہوتا تھا جیسے بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ سب لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن لوگوں کو تعلیم فقہ کیلئے منتخب کیا تھا مثلاً ''معاذ بن جبل، ابوالدرداء، عبادہ بن الصامت، عبدالرحمن بن غنم، عمران بن حصین، عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ تمام جماعت اسلام میں انتخاب تھے۔ ایک اور بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی بڑی احتیاط کی کہ عموماً ہر شخص تعلیم مسائل کا مجاز نہ ہو''۔

قارئین کرام! یہ آخری جملہ ہماری پوری کتاب کا خلاصہ اور ہمارے قلب کی وہ صدا ہے جسے ہم تمام امت مسلمہ کو بالعموم اور تبلیغی رفقاء کو بالخصوص پہنچانا چاہتے ہیں۔ ذمہ داران تبلیغ اور اکابرین تبلیغی جماعت کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تمہارے بیانات کی وجہ سے نوجوان نسل کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی موجودہ تبلیغی طریقہ کار کے مطابق تبلیغ کرتے تھے جب تبلیغی رفقاء کو حقوق العباد اور خصوصاً اہل و عیال کے حقوق کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو ان کیطرف سے یہ جواب کتنا عام و خاص ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اپنے بال بچوں کو چھوڑا تھا'' بالفاظ دیگر حضرات صحابہ کرام بھی حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ ''یاللعجب''

حدیث پاک میں ہے یعنی جب معاملات نا اہلوں کے سپرد ہو جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کیا جانا چاہیے۔

این جی اوز کی کارستانیاں

(دوسری قسط)

چیف ایڈیٹر مجلۃ الحقیقہ شجاعت علی مجاہد

حالیہ بم دھماکے بھی اُنہی مقامات پر ہوئے ہیں۔ جہاں امریکی مشنری اداروں کے راستگان کسی نہ کسی عنوان اور کسی نہ کسی بہروپ میں موجود ہیں۔ ہر باشعور پاکستانی کیلئے یہ اطلاع اب ایک کھلے راز کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ اس وقت پاکستان میں سینکڑوں کی تعداد میں یہودی موجود ہیں۔ یہ یہودی، عیسائی، پادری، سماجی ورکروں امداد وخیراتی تنظیموں کے عہدیداروں اور بین الاقوامی میڈیا کے نمائندوں کے بہروپ میں سرگرم عمل ہیں۔ مختلف حلیوں، مختلف لبادوں، مختلف بہروپوں اور مختلف بھیسوں میں کام کرنے والے اُن یہودیوں کی اکثریت اسرائیل کی رسوائے زمانہ دہشت گرد تنظیم موساد سے وابستہ ہے۔

گیارہ ستمبر 2001ء کے بعد پاکستان میں رُونما ہونے والے دہشت گردی کے ہر واقعہ کے پیچھے مذکورہ یہودیوں کا ہاتھ ہے۔ یہاں انہوں نے را کے گماشتوں کے ساتھ بھی گٹھ جوڑ کر رکھا ہے یہ ایک آفاقی سچائی ہے کہ اس خطہ میں ہر دہشت گردانہ سرگرمی را اور موساد کے "جوائنٹ وینچر" پر مبنی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کل تک سویت روس کی پاکستان دشمن خفیہ ایجنسی کے جی بی کے زُلف گیر کے اسیر رہنے والے ہمارے ہاں کے شیرہ چشم کمیونسٹ دانشور اس روشن سچائی کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ وہ دانشور جو کل تک سوویت روس کی پاکستان دشمن خفیہ ایجنسی "کے جی بی" کے پے رول پر تھے اب انکی اکثریت و آل اولاد اور متوسلین امریکہ و مغرب کی ڈونر ایجنسیوں کے سرمائے سے قائم این جی اوز کے عہدیدار بن کر ڈالروں میں تنخواہیں وصول کر رہے ہیں۔ ضمیر فروش نام نہاد پاکستان میں قادیانی، عیسائی، یہودی، پارسی، ہندو اور غیرت ایمانی سے محروم مسلمان ان این جی اوز کو چلا رہے ہیں۔ انہیں ایک مخصوص ٹارگٹ دیا جاتا ہے۔ کہ علماء کرام، وکلاء، پروفیسرز، ریٹائرڈ جرنیل، بیوروکریٹس بے روزگار کنوارے اور خوبصورت لڑکے لڑکیاں تلاش کی جائیں جنہیں ڈالر، پاؤنڈ، ین مارک، سیاسی پناہ اور وی آئی پی پروٹوکول ویزہ وغیرہ سے خریدا جا سکے۔ اور انہیں اسلام و پاکستان دشمنی پر آسانی سے آمادہ کیا جا سکے۔ جاہلانہ سادگی کو پیسے اور ویزے کے لالچ سے بغیر کسی تگ ودو کے لوگ خرید لئے جاتے ہیں بکنے والوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ ہمیں کون خرید رہا ہے۔ اور ہم سے کیا کام لینا ہے۔

پاکستان میں جب بھی ان پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ تو انکے عالمی سرپرست امریکہ، یورپ، روس، اسرائیل، بھارت، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، یو این او فوراً حرکت میں آجاتے ہیں۔ اور اپنے ان ایجنٹوں کو منٹوں میں ویزے دیکر یورپ میں محفوظ ٹھکانوں پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

ہر مسلمان بھائی سے التجا ہے کہ ان عالمی سامراج کے تنخواہ دار اور حاشیہ بردار گروہوں کے عزائم اور پروگرام سے قوم کے ہر طبقے کے ہر فرد کو آگاہ کیا جائے۔ ان طاغوتی ایجنٹوں اور ایمان کے ڈاکوؤں سے ہوشیار رہیں۔ سماجی خدمت کی آڑ میں جاسوسی، فحاشی، تخریب کاری کرنے والی شخصیات پر

کڑی نظر رکھیں اور انکی چالوں اور سازشوں کو ناکام بنائیں۔ یہ بھی جہاد اکبر کی ایک اہم قسم ہے۔ اس وقت معاشرے کو جہاد بالسیف اور جہاد بالقلم دونوں کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ جو پوری دنیا پر ایک ثقافت ایک تہذیب ایک سوچ ایک دین عیسائیت، مسلط کر کے عالمی گاؤں (Global Village) کا تصور دینا چاہتے ہیں۔ جیسے چاہو جیو۔ پیغمبر اسلام سید الانبیاء محسن انسانیت مخلوق کے حقیقی خیر خواہ حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بکواسات کی قانونی اجازت لینے کیلئے سیمینارز منعقد کرتے ہیں۔ قرار دادیں پاس کر کے اخبارات اور دوسرے لٹریچر کیلئے حکمرانوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس نازک ترین مسئلہ پر مختلف طریقوں اور وارداتوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر خوف خدا اور عشق مصطفی ﷺ نکالنے کے مشن پر گامزن ہیں۔ ضمیر اور ایمان کو سر عام نیلام کرنے کو کارنامے سمجھتے ہیں۔ ایسے گروہوں ایسے طبقوں کیلئے جہاد کی ضرورت ہے۔ انکی مصنوعات اور معاشی منڈیوں کو کمزور کرنا ہوگا۔ دشمن جس گھات سے جس محاذ سے ہم پر حملہ آور ہے۔ اسی گھات اور اسی محاذ پر ہمیں اپنا دفاع کرنا ہوگا۔ یہ لوگ مسلمانوں کو اشتعال دلا کر اسلامی ملکوں بالخصوص پاکستان میں لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کرتے ہیں۔ ملک میں خانہ جنگی جیسی کیفیت پیدا کرنا ان کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

تمام مسلمانوں بالخصوص علماء کرام اور مشائخ عظام کو انکی سازشیں ناکام بنانے کیلئے ہر طرف سے باخبر رہنا ہوگا اور خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے جوان پر ذمہ داریاں ہیں انہیں پورا کرنا ہوں گی۔ ورنہ جو حالات بنتے جا رہے ہیں کچھ سالوں تک اسے سنبھالنا شائد کسی کے بس میں نہ رہے۔ خوان خواستہ پیپسی (Pepsi=Pay Each Panny To Save Israil) کوکا کولا، شیزان، مرنڈا، سپرائٹ کے علاوہ یہودیوں کی اور بہت سی مصنوعات ہیں جن کا بائیکاٹ کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہودی کمپنیوں کی مصنوعات کی آمدنی کا 20% اسرائیل افواج کو دیا جاتا ہے۔ عرب ممالک میں بھی یہودی مصنوعات کا آہستہ آہستہ بائیکاٹ کیا جارہا ہے۔ ان ممالک میں یہودی وعیسائی مصنوعات کا 60% استعمال ختم ہو چکا ہے۔

پانچ کاموں میں جلدی کریں:

ایک قول یہ ہے کہ عجلت کرنا شیطان کے کاموں میں سے ہے لیکن پانچ جگہوں پر جلد کرنا سنت ہے۔

۱۔ میت کو دفن کرنے میں جلدی کریں۔
۲۔ بیٹیوں کی شادی کرنے میں جلدی سے کام لیں۔
۳۔ قرض کی ادائیگی میں ہرگز تاخیر نہ کریں۔
۴۔ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرنے میں بہت ہی جلدی کریں۔
۵۔ مسافر کیلئے کھانا پیش کرنے میں ہرگز تاخیر نہ کریں۔

(تفسیر کبیر)

بہت بڑا اجر

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(من صلی علی فی کل جمعة مائة مرة غفر الله ذنوبه ولو کانت مثل زبد البحر)

''جو شخص ہر جمعہ کے دن میری ذات پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

(زبدة الواعظین)

خبرنامہ

"قومی ختم نبوت سیمینار"

شمس الدین نقشبندی

20-اکتوبر 2002ء بروز اتوار صبح دس بجے انوار کلب آڈیٹوریم سیالکوٹ میں شیرانِ اسلام پاکستان کے زیر اہتمام دوسرا سالانہ عظیم الشان قومی ختم نبوت سیمینار زیر صدارت مفکر اسلام مولانا پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ العالی سرپرست اعلیٰ شیرانِ اسلام پاکستان ومجلہ الحقیقہ منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے جید علماء کرام، مشائخ عظام اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت فرمائی۔ نہایت خوبصورت روشنیوں سے مزین آڈیٹوریم عوام سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔ شیرانِ اسلام ضلع سیالکوٹ کے عہدیداران تشریف لانے والے معزز مہمانانِ گرامی کا کمال حسن اخلاق سے استقبال کرتے اور انہیں ان کی نشستوں پر لے جاتے۔ سیمینار کا نظم ونسق قابل دید تھا۔ اندریں حالات سیمینار کا آغاز تلاوت قرآن مجید فرقان حمید سے ہوا جس کا شرف جناب حافظ محمد عدنان صاحب نے حاصل کیا۔ جناب طاہر نقاش صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ حضرت علامہ مولانا عامر سعید شکرگڑھ اور حضرت علامہ مولانا قاری خالد محمود گوجرانوالہ نے اپنے اپنے خطابات میں ختم نبوت پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ پچھلی ختم نبوت کانفرنس سے بہت زیادہ فائدہ ہوا کیونکہ بے شمار قادیانیوں نے اس کانفرنس کی بدولت اپنے عقیدہ سے توبہ اختیار کی۔ اور یہی شیرانِ اسلام کا اوّلین مقصد ہے کہ لوگوں کے قلوب سے عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع کو روشن کیا جائے اور یہ ثمر قبلہ آسی صاحب کی کاوشوں کی بدولت ہی حاصل ہوا ہے۔ قادیانی جو مختلف حربوں سے سادہ لوگوں کو قادیانی بنا رہے ہیں حتیٰ کہ انہیں دولت، عورت اور دیگر سہولتوں کا بھی لالچ دیا جاتا ہے۔ قادیانیوں کی ان سرگرمیوں کو روکنے اور ختم کرنے کیلئے شیرانِ اسلام کیطرف سے منعقد کئے گئے ختم نبوت سیمینارز اپنی مثال آپ ہیں۔ لہٰذا ختم نبوت کے ساتھ ساتھ "ختم رسالت" کے عنوان سے بھی کام کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس حوالے سے بھی فتنے اُٹھ رہے ہیں جن کا محاسبہ کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

محترم جناب پروفیسر محبوب احمد نے نہایت خوبصورت انداز میں نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ حرف سپاس پیش کرنے کیلئے مرکزی امیر شیرانِ اسلام پاکستان جناب شجاعت علی مجاہد صاحب پرجوش استقبال میں سٹیج پر تشریف لائے۔ جنہوں نے فرداً فرداً سٹیج پر موجود مہمانانِ خصوصی اور حاضرین کا شکریہ ادا کرنے کے بعد عالمی حالات حاضرہ پر مدلل اور تفصیلاً خطاب فرمایا۔ کہ اسلام سے قبل دُنیا میں دو قوتیں تھیں یہودی اور عیسائی جن پر غالب آنے کیلئے حضور نبی کریم ﷺ نے چالیس سال قرآن بن کر دکھایا اور چالیس سال کے بعد قرآن پڑھ کر سنایا۔ جس کی بدولت چار سُو اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ جس سے یہود ونصاریٰ کی نیندیں حرام ہو گئیں اور انہوں نے مسلمانانِ عالم کے ایمان کو کمزور کرنے اور انکے درمیان نفاق پیدا کرنے کے سلسلہ میں فتنے پیدا کرنے شروع کر دیئے جس کے باعث مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان صلیبی جنگیں لڑی گئیں آج ہم دیکھ اور سن رہے ہیں کہ مسلم اُمہ کس قدر کرب ومصائب اور ظلم واستبداد میں مبتلا ہے۔ بوسنیا، فلسطین، کشمیر، چیچنیا میں 80 لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا جا چکا ہے۔ چیچنیا میں دو۔ دو۔ تین تین سال کی بچیوں کو اغواء کیا گیا اور انکی عزتیں پامال کی گئیں۔ انڈونیشیا میں سترہ عیسائیوں کی موت کے بدلے میں 70 ہزار مسلمانوں کو خون میں نہلا دیا گیا۔ اور مشرقی تیمور کو آزادی دی گئی۔ افغانستان میں کیسے مصائب کے پہاڑ ٹوٹے سب کے سامنے ہے کہ ایک لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ سعودی عربیہ جہاں پر مسلم اُمہ کا قبلہ اور ہم سب کے آقا ومولیٰ تاجدار مدینہ ﷺ آرام فرما ہیں اس پاک دھرتی میں 70 ہزار امریکی فوجی موجود ہیں۔ جناب شجاعت علی مجاہد صاحب نے مزید فرمایا کہ پاکستان بیت المال کے اربوں روپے سے این جی اوز کی مدد کی

گئی ہے۔ قادیانی فتنہ کو عروج دینے کیلئے اسے وطن عزیز کے کونے کونے میں پھیلایا جارہا ہے۔ یہ بدعقیدہ لوگ قرآن کے حرف حرف کے منکر حضور ﷺ کی شان وعظمت اور رسالت کے منکر ہیں۔ اسلام کے اُن دشمنوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادینا چاہیئے۔ حضرت مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا دشمن مرزا قادیانی برصغیر پاک وہند میں فتنہ برپا کررہا ہے اس کا مقابلہ کرو۔ الحمدللہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنے کا ڈٹ کا مقابلہ کیا اور مرزا اپنے انجام کو پہنچا۔ شیران اسلام ضلع سیالکوٹ نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہے، انشاء اللہ العزیز ان دروس کو ملک کے کونے کونے میں پھیلایا جائے گا تاکہ عاشقان مصطفیٰ ﷺ کو تیار کیا جاسکے۔

بعدازاں جناب طاہر نقاش اور انکے ساتھیوں نے شیران اسلام کا ترانہ پڑھا۔ "جاگو شیران اسلام۔۔۔ اُٹھو شیران اسلام"

آخری خطاب کیلئے جناب عزت مآب علامہ مولانا محمد طاہر رزاق صاحب لاہور جب سٹیج پر تشریف لائے تو آڈیٹوریم نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت سے گونج اٹھا۔ حاضرین نے اپنی نشستوں سے اُٹھ کر انتہائی گرمجوشی سے آپکا استقبال کیا۔ جناب مولانا طاہر رزاق صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ جس شخص کو حضور اکرم ﷺ سے جتنی محبت ہوگی اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط اور اعلیٰ ہوگا۔ اسی طرح جس شخص کو جتنی نفرت منکرین نبی پاک سے ہوگی اتنا ہی اس کا ایمان اعلیٰ وارفع ہوگا۔ مرزا قادیانی نے نہ صرف نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ ربوبیت کا بھی دعویٰ کیا۔ اس مرذود نے کبھی اپنے آپ کو نبی کبھی رب، کبھی خدا کا بیٹا وغیرہ کہا ہے۔ کبھی بکواس کرتا ہے کہ پاک ہے وہ خُدا جس نے قادیان میں خدا بھیجا۔ ذرا غور فرمایئے اس مرذود نے کیا کیا بکواس نہیں کی ہے۔ مسلمانو! حضور ﷺ نے ہم سے پوچھنا ہے کہ مرزا قادیانی بکواس کرتا رہا۔ اور اس بکواس کو کتابوں میں چھپواتا رہا اور تم نے اس کے مقابلے میں کیا کیا۔ تو پھر کیا جواب دو گے۔؟ دُنیا کا بدترین صورت کا مالک مرزا پر قادیانی تھا۔ اسکی ایک آنکھ چھوٹی اور ایک بڑی تھی۔ یہ سیالکوٹ میں پندرہ روپے تنخواہ پر منشی تھا۔ اللہ کا نبی تو اپنے وقت کا سب سے زیادہ حسن وجمال کا پیکر ہوتا ہے۔ نبی کا چہرہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کا منہ تو فتنے منہ تھا۔ اسکی مثال تو دیسی کُتی ولائتی چچیں جیسی تھی۔ جناب مولانا موصوف ایک مرزائی سے اپنے ایک مناظرہ کے بارے میں بتایا کہ میں نے اس مرزائی سے تین سوالات کیئے۔ اور ایک جج مقرر کردیا کہ ان سوالات کے جوابات تحریر کرتے جائیں۔

۱۔ کیا نبی اپنے وقت میں سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں
۲۔ کیا نبی اپنے وقت میں سب سے زیادہ حسین وجمیل ہوتا ہے؟ اس نے کہا ہاں
۳۔ کیا نبی اپنے وقت کا سب سے زیادہ بہادر، دلیر ہوتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں

میں نے دوسرے سوال کو دوبارہ دھرایا کہ کیا نبی اپنے وقت میں سب سے زیادہ حسین وجمیل ہوتا ہے۔ تو وہ غصے میں کہنے لگا کہ ایک بار تو کہہ دیا ہے۔ کہ ہاں خوبصورت اور حسین وجمیل ہوتا ہے۔ تو میں نے اپنی جیب سے مرزا کی ایک تصویر نکالی اور اسے دکھائی اور کہا کہ ایمانداری سے بتائیں کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا مرزا قادیانی، تو اُس نے کہا کہ میں زیادہ خوبصورت ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مناظرہ ختم ہوا۔

مرزا قادیانی جو بیماریوں کا گھر تھا۔ عجیب وغریب حرکات کرتا کیونکہ دائیں پاؤں کی جوتی بائیں میں پہنتا اور بائیں پاؤں کی جوتی دائیں میں پہنتا۔ قمیض کے بٹن اس طرح بند کرتا کہ سب سے اوپر والا بٹن سب کے نیچے بند کرتا ہے اور نیچے والا بٹن اوپر والے سوراخ میں بند کرتا۔ جب سر کو تیل لگاتا تو دونوں ہاتھوں سے تیل مل کر سر کو لگاتا پھر منہ پر ہاتھ پھیرتا۔ بعدازاں اپنے ہاتھوں کو اپنی قمیض پر چھاتی سے ہاتھ صاف کرتا اس طرح سامنے سے قمیض نہایت گندی رہتی۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ اس قسم کا غلیظ شخص نبی کیسے ہوسکتا ہے۔

جناب مولانا طاہر رزاق صاحب کے خطاب کے بعد درود وسلام پڑھا گیا ور آخر میں پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ العالی نے دعائے خیر فرمائی۔ دعا کے ساتھ قومی ختم نبوت سیمینار اختتام پذیر ہوا۔ بعدازاں لنگر شریف تقسیم کیا گیا۔

نعت شریف

پروفیسر محمد حسین آسی

جب ہم پہ ستم وقت کے شداد کریں گے
ہم رحمت کونین ﷺ سے فریاد کریں گے

ہر حال میں ہم بندے انہیں یاد کریں گے
ہر حال میں بندوں کی وہ امداد کریں گے

جذبہ ہے کہ ہر شئے ہو فدا نام نبی ﷺ پر
خطرہ ہے کہ ظالم بڑی بیداد کریں گے

کافی ہے زمانے میں ہمیں اُسوۂ شبیر
ہم پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے

ہر رنج بدل جائے گا راحت میں یقیناً
جب جلوۂ دیدار سے وہ شاد کریں گے

کل دیکھنا کیا ہوتا ہے اعزاز ہمارا
جب اپنے غلاموں میں ہمیں یاد کریں گے

برباد وہ دنیا میں کبھی ہو نہیں سکتے
دل ذکر مدینہ سے جو آباد کریں گے

پیغام جو آزادی کا لائے ہیں جہاں میں
محشر میں بھی غم سے وہی آزاد کریں گے

اب شیخ کے صدقے میں یہی ٹھانی ہے آسی
تربت میں بھی سرکار کا میلاد کریں گے

Monthly MUJALLA.TUL.HAQIQA
REDG.NO. C.P.L.590